ماہنامہ
نوری کرن
بریلی
53
37 nP.
مدیر
اقبال احمد نوری

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

ماہنامہ

نوری کرن

بریلی

جولائی ۱۹۶۳ء

نگراں
صوفی عزیز احمد صاحب

ادارۂ تحریر
اقبال احمد نوری
امید رضوی

قیمت سالانہ
چار روپے فی پرچہ ۶/
پاکستان سے سالانہ
پانچ روپے فی پرچہ ۸/
غیر ممالک سے
۱۲ شلنگ سالانہ
بشکل پوسٹل آرڈر

مجدد مائۃ حاضرہ نمبر

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا خریداری چندہ ختم ہوگیا۔ آئندہ سال کا چندہ فوراً روانہ فرمائیں ورنہ ادارہ رسالہ بھیجنے سے مجبور ہوگا۔

(منیجر)

پاکستانی حضرات

جناب عبدالغفار صاحب اکبر بازار خانیوال ملتان کے پتہ پر مبلغ پانچ روپے بھیجکر رسید منی آرڈر دفتر نوری کرن، بازار صندلخاں بریلی کے پتہ پر روانہ کریں رسالہ ان کے نام جاری کر دیا جائے گا

منیجر

(عبداللطیف خاں دا قبال احمد ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے شاہی پریس بریلی میں چھپوا کر دفتر نوری کرن، بازار صندلخاں سے شائع کیا)

(از حضرت مفتی اعظم ہند مد ظلہ العالی)

دوسرا ایں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں
ڈھونڈتے پھرتے ہیں مہر و مہ پتا ملتا نہیں

ہے رگ گردن سے اقرب نفس کے اندر ہے وہ
اور گلے ملنے پہ بھی ہے وہ جدا ملتا نہیں

ڈوب تو بحرِ فنا میں پھر بقا پائے گا تو
قبل از بحرِ فنا بحرِ بقا ملتا نہیں

ذرہ ذرہ خاک کا چمکا ہے جس کے نور سے
بے بصیرت ہے جسے وہ مہ لقا ملتا نہیں

جو خدا دیتا ہے ملتا ہے اسی سرکار سے
کچھ کسی کو حق سے اس در کے سوا ملتا نہیں

کیا علاقہ دشمنِ محبوب کو اللہ سے!
بے ولائے مصطفیٰ ہرگز خدا ملتا نہیں

کوئی مانگے یا نہ مانگے ملنے کا در ہے یہی!
بے عطائے مصطفائی مدعا ملتا نہیں

ہیں صفائے ظاہری کے ساز و ساماں خوب خوب
جس کا باطن صاف ہو وہ باصفا ملتا نہیں

دور ساحل موج حائل پار بیڑا کیجئے
ناؤ ہے منجدھار میں اور ناخدا ملتا نہیں

وصلِ مولیٰ چاہتے ہو تو وسیلہ ڈھونڈ لو
بے وسیلہ نجدیو ہرگز خدا ملتا نہیں

نعمت کونین دیتے ہیں دو عالم کو یہی
مانگ دیکھو ان سے تم، دیکھو تو کیا ملتا نہیں

محی سنت حامیٔ ملت مجدد دین کا
پیکر رشد و ہدیٰ احمد رضا ملتا نہیں

کس طرح ہو حاضرِ در نوریٔ بے پر شہا
ناکے روکے دشمنوں نے راستہ ملتا نہیں

فکر و نظر

امام اہلسنت "حق گزید از ہند یک مرد خدا"

امید رضوی

اٹھارہویں صدی عیسوی کا پر آشوب دہولناک دور جہاں ایک طرف سے مسلمانان ہند کی بدقسمتی سے ان کی سیاسی وملکی ابتری کا دور تھا وہاں مذہبی ودینی حیثیت سے بھی مسلمانوں کو بددین وملحد بنانے کی سرگرم کوششیں جاری تھیں ــ ہندوستان کی طوائف الملوکی اور مرکزی سلطنت مغلیہ کی کمزوری نے یورپ کی سفید فام قوموں کے لیے ہندوستان کو سیاسی ومذہبی بازیگاہ بنا رکھا تھا ــ یہی وہ پُر آشوب دور تھا کہ جب نجد کی ناپاک فضاؤں سے مطلع اسلام کو تاریک بنانے کے لیے وہابیت کی مسموم آندھیاں اٹھیں اور ان زہریلی آندھیوں کے جھونکے فضائے ہند تک پہنچے یا لائے گئے۔ نجد میں وہابیت کا جو شجر خبیثہ ابن عبدالوہاب کی ناپاک شخصیت نے لگایا تھا اس شجر خبیثہ کی آبیاری ہندوستان میں اسمٰعیل قتیل کے ہاتھوں ہوئی ــ برطانیہ کے یہ وفادار غلام برٹش حکومت پر اپنی جانیں نثار کرنے والے یہ فدائی ہندوستان سے مسلمانوں کا رہا سہا اقتدار ختم کرنے کے لیے انگریزوں کے دست وبازو بن گئے۔ ابتداً مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگائے گئے۔ پھر بعد میں سکھوں سے جہاد کا نام لیکر سرحدی مسلمانوں سے قتال شروع کر دیا۔ اسمٰعیل قتیل کے بعد وہابیت کی آگ کو مزید مشتعل کرنے کے لیے انگریزوں کے اور جاں نثار غلام بن گئے اور ایک مخصوص علاقہ کو مرکز بنا کر مسلمانوں پر شرک کی گولہ باری شروع ہو گئی ــ مسلمان سیاسی حیثیت سے تو منتشر و پراگندہ ذہن تھا ہی کہ دینی ومذہبی حیثیت سے بھی اس کو اور مزید منتشر کر دیا گیا ــ یہی صورت حال تھی کہ جب مسلمانوں پر بیدھڑک شرک کے بم برسائے جا رہے تھے۔ اور بزعم خویش توحید کے پردے میں اہانت وتخفیف عظمت رسالت کی جا رہی تھی کہ غیرت الٰہیہ کو جوش آیا اور ناپاک وگستاخ زبانوں کو بند کرنے کیلئے قدرت نے ایک ایسے **مرد مجاہد** کی تخلیق فرمائی کہ جسکی **زندگی کا مشن حفاظت وصیانت ناموس رسول تھا**۔ اس مرد مجاہد کے پے بہ پے شیرانہ حملوں سے صحرائے وہابیت کے شتانوں میں کھلبلی مچ گئی۔

یہ حقیقت واقعہ ہے کہ جب آسمان حقانیت پر باطل کی تیرہ وتار گھٹائیں چھا جاتی ہیں تو دفعتاً آفتاب حقانیت پوری تابانی کے ساتھ چمکتا ہے اور باطل کی یہ گھٹائیں نیست ونابود ہو جاتی ہیں ــ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس وہابیت کی تبلیغ کے لیے دیوبند کو مرکز بنایا گیا تھا اور جہاں سے مسلمانوں کو مشرک وبدعتی بنانے کیلئے فتوے ڈھالے جا رہے تھے اسی مرکز باطل پر قہر الٰہی کی کڑکتی ہوئی بجلیاں گریں اور بزعم خویش توحید کے مدعی دشمن وقار رسالت فرار ہونے کیلئے جائے فرار ڈھونڈنے لگے ــ

ازل ہی کے روز سے سرزمین **بریلی** کو یہ شرف حاصل ہونیوالا تھا کہ وہ **نعت صاحب لولاک کا مرکز** بنے اعلیٰحضرت کی ولادت اور انکے مقدس کارنامے خصوصیت کے ساتھ وہابیت کی سرکشی اس کا عین مشاہدہ ہیں اور مشاہدہ کسی دلیل اور ثبوت کا محتاج نہیں ہوتا۔

اعلیٰحضرت کی شخصیت مقدسہ کیا تھی اور وہ کن صفات وخصوصیات کے حامل تھے اس کا ذکر تو علمائے حرمین کی زبان وقلم سے سنئے کہ کس طرح ان مقدس وپاکیزہ شخصیتوں نے اعلیٰحضرت کے مناقب عالیہ بیان فرمائے ہیں۔ یہاں تو ہمیں یہ بتانا مقصود ہے کہ وہابیت کا جو طوفان صحرائے نجد سے اٹھکر فضائے ہند پر چھا گیا تھا اس طوفان کو دفع کرنے اور دشمنان رسالت کے ذات رسالت پر حملوں سے مدافعت کیلئے اعلیٰحضرت نے کیا کوششیں فرمائیں مختصراً اتنا ہی کافی ہے کہ دنیائے وہابیت میں اعلیٰحضرت کا نام ہی ایسا خنجر براں تھا کہ جس کو سنکر اشرار کی صفوں میں سراسیمگی کی لہر پھیل جاتی تھی ــ اور ہر خود سر وسرکش، خیرہ سر کانپ کانپ اٹھتا تھا۔

وقت کی ایک اور اہم ضرورت

اعلیٰحضرت کی شخصیت علمی دنیا میں کس وقار اور بلند عظمت کی حامل ہے محتاج اظہار نہیں۔ علمی دنیا کا وہ کونسا طبقہ ہے جو اعلیٰحضرت کی تصانیف کا محتاج نہ ہو یا دقیق سے دقیق اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل میں اعلیٰحضرت کی کتابوں نے اسکی رہنمائی نہ کی ہو۔ ہند وپاک ہی نہیں بلکہ مشرق وسطےٰ کے اسلامی دیار وامصار بھی اس سے بے نیاز نہ رہ سکے۔ مداحین ومعتقدین کا تو ذکر ہی کیا

بلکہ اعلیٰحضرت کے شدید دشمن وہابیہ دیابنہ بھی انکیں کی تصانیف مبارکہ سے آج بھی شدید ترین مخالفت و دشمنی کے باوجود کسب فیوض کر رہے ہیں گو وہ اس کا اعتراف نہ کریں۔ ثبوت کے لیے فتاوی رضویہ کافی ہے جو دوستوں اور دشمنوں میں یکساں مقبول و مسلم اور قابل استناد ہے۔

اعلیٰحضرت کی بکثرت تصانیف بارہا چھپکر منظرعام پر آچکی ہیں لیکن پھر بھی کثرت سے ایسی تصنیفات ہیں جو ابتک غیر مطبوعہ ہیں۔ وقت کی شدید ضرورت ہے کہ اب انکی عام اشاعت کی جائے خصوصیت کے ساتھ اعلیٰحضرت کے وہ رسائل جو ہیئت و ہندسہ، ریاضی، لوگارثم، توقیت وجفر، علم تکسیر، زیجات، جبر و مقابلہ اور موجودہ سائنس کے ہذیانات کے ابطال و تردید میں ہیں خصوصیت کے ساتھ "نوزمبین در رد حرکت زمین" ضرورت ہے ان رسائل کو خصوصیت کے ساتھ بہت جلد شائع کرکے عام اشاعت کی جائے تاکہ موجودہ نسل کا نوجوان طبقہ بھی اعلیٰحضرت کی جامع شخصیت کو صحیح معنی میں سمجھ سکے اور اس کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اعلیٰحضرت صرف تفسیر و حدیث اور فقہ کے عالم تھے

ہمارے خیال میں اگر مذکورہ بالا موضوعات پر اعلیٰحضرت کی تصنیفات شائع کر دی جائیں تو نہ صرف یہ علمی دنیا ہی پر بہت بڑا احسان ہوگا بلکہ اعلیٰحضرت کی علمی شخصیت اور اجاگر ہو سکے گی اس کے علاوہ یہ ایک دینی خدمت بھی ہوگی کہ سائنس جدیدہ کے چکر میں پڑکر جو نئی نسل اسلامی راستے سے بھٹک رہی ہے وہ بھی راہ راست پر آجائیگی اس کے علاوہ اعلیٰحضرت کے وہ حواشی جو تفسیر و حدیث و فقہ اور تاریخ منطق و فلسفہ اور دوسری کتابوں پر ہیں انکی اشاعت بھی ضروری اور بیحد ضروری ہے ۔۔۔ اب بھی وقت ہے کہ اس اہم ضرورت کا احساس کیا جائے اور ان کتابوں کی عام اشاعت کی جائے ورنہ اگر خدانہ کردہ یہ شاہپارے اور جواہر پارے شائع نہ ہو سکے اور تباہ ہوگئے تو نہ صرف علمی دنیا ہی کا ایک بہت بڑا نقصان ہوگا بلکہ ہماری پیشانیوں پر یہ ایک ایسا بدنما داغ ہوگا کہ قیامت تک نہ چھوٹ سکے گا اور ہم اپنی اس غلطی اور دانستہ غلطی کی کوئی صحیح معذرت بھی نہ کر سکیں گے اور یقین رکھیئے کہ قیامت کے روز ہماری پشیماں نگاہیں اعلیٰحضرت کے سامنے نہ اٹھ سکیں گی کہ ان کے احسانات سے دنیا میں ہم نے کس طرح چشم پوشی کر لی تھی۔

امام اہلسنت کے مدائح جلیلہ
علماء حرمین طیبین کے قلم سے

علامہ، عالم جلیل، استاذ معظم، دریائے ذخار، صاحب ذکا ستھرا، نہایت کرم والا، عالم باعمل، فاضل، کامل، ہمارا سردار، ہمارا پیشوا، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، دریائے عظیم الفہم جسکی فضیلتیں وافر، بڑائیاں ظاہر، دین کے اصول و فروع میں تصانیف متکاثرہ، میں نے وہ کمال اس میں دیکھے جن کا بیان طاقت سے باہر ہے، میں نے علم کا کوہ بلند دیکھا، جس کے نور کا ستون اونچا ہے اور معرفتوں کا دریا جس سے مسائل نہروں کی طرح چھلکتے ہیں، سیراب ذہن والا، ایسے علموں کا صاحب جن سے فساد بند کئے گئے، توفیق الٰہی سے مستحبات و سنن و واجبات و فرائض پر محافظت والا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث، علمائے مشاہیر کا سردار، دین اسلام کی سعادت، نہایت محمود سیرت، اللہ کا خاص بندہ۔ مخالفین دین کا دفع کرنے والا، یکتائے روزگار، جس کے لیے علمائے مکہ معظمہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سردار ہے، بے نظیر ہے، امام ہے، وہ جس کے وجود پر زمانے کو ناز ہے، امام کامل، دین کا نشان و ستون، عالم کثیر العلم عالم کے لیے برکت۔ مجدد مائۃ حاضرہ۔ (علمائے حرمین طیبین)

فخر اکابر دریائے ذخار، میں نے اسے تیز تلوار پایا، کافر، فاجر وہابیوں کی گردنوں پر (شیخ مولانا احمد مکی امدادی خلیفۂ اجل حاجی امداد اللہ صاحب)

علامہ، عالم جلیل، دریائے ذخار پر گو بسیار فضل، دلیر، دریائے بلند ہمت، ذہین۔ دانشمند، خرف عزت وسبقت والے صاحب ذکا ستھرے، کثیر الاحسان، بحر نا پیدا کنار، نہایت کرم والے ہمارے مولیٰ کثیر الفہم حاجی احمد رضا خاں، (شیخ مولانا عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی خلیفہ حاجی امداد اللہ صاحب۔)

(حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہٗ العزیز)

حدیث شریف میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَھَا اَمْرَ دِیْنِھَا اور اللہ تعالےٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سر پر مجددین بھیجتا ہے (رواہ ابوداؤد فی سننہ وحسن بن سفیان فی مسندہ والبزار فی المسند والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل والحاکم فی المستدرک وابونعیم فی الحلیۃ والبیہقی فی المدخل وغیرہم من المحدثین)

اس حدیث جلیل کی شرح میں شیخ الاسلام بدرالدین ابدال سالہ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ میں لکھتے ہیں اِعْلَمْ اَنَّ الْمُجَدِّدَ اِنَّمَا ھُوَ بِغَلَبَۃِ الظَّنِّ مِمَّنْ عَاصَرَہٗ بِقَرَائِنِ اَحْوَالِہٖ وَالْاِنْتِفَاعِ بِعِلْمِہٖ وَلَا یَکُوْنُ الْمُجَدِّدُ اِلَّا عَالِمًا بِالْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّۃِ الظَّاھِرَۃِ وَالْبَاطِنَۃِ نَاصِرًا لِلسُّنَّۃِ قَامِعًا لِلْبِدْعَۃِ یعنی مجدد کی شناخت قرائن احوال سے کی جائے گی اور دیکھا جائے گا کہ اس کے علم نے کیا نفع پہنچایا اور مجدد وہی ہوگا جو علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم و عارف ہو سنت کا مددگار ہو بدعت کا اکھاڑنے والا ہو۔

امام جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں۔ وَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الْمَبْعُوْثُ عَلٰی رَاْسِ الْمِائَۃِ رَجُلًا مَّشْھُوْرًا مَّعْرُوْفًا مُّشَارًا اِلَیْہِ وَقَدْ کَانَ قَبْلَ کُلِّ مِائَۃٍ اَیْضًا مَّنْ یَّقُوْمُ بِاَمْرِ الدِّیْنِ وَالْمُرَادُ بِالذِّکْرِ مَنِ انْقَضَتِ الْمِائَۃُ وَھُوَ حَیٌّ عَالِمٌ مَّشْھُوْرٌ مُّشَارٌ اِلَیْہِ اھ ملخصًا یعنی اچھا یہ ہے کہ صدی کا مجدد وہ شخص ہو جو مشہور و معروف ہو اور امور دین میں جسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہو اور پہلے بھی ہر صدی میں مجدد ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ مجدد صدی گزشتہ کے خاتمہ پر اپنی زندگی میں مشہور عالم اور علماء کا مشارٌ الیہ رہ چکا ہو۔ یہ حدیث شریف ہم کو ہر صدی میں ایک مجدد کی تشریف آوری کی بشارت سناتی ہے۔ ائمہ کرام پتہ دیتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخری حصہ میں جسکی شہرت ہو چکی ہو اور موجودہ صدی میں بھی وہ مرکز علوم سمجھا جاتا ہو اس کے قدم مجدد کے قدم ہیں۔

اب آؤ دیکھیں کہ تیرہویں صدی گزر گئی اور چودھویں صدی قریب نصف حصہ کے طے کر چکی ہمارا مجدد تیرھویں صدی میں پیدا ہو چکا اور شہرت حاصل کر چکا اور چودھویں صدی میں علماء دین کا مشارٌ الیہ قرار پا چکا جس پر علامہ بدرالدین ابدال و امام سیوطی کی شہادت گزر چکی اس کی تلاش کرو۔

ہمیں اس جستجو میں آسمان پر پرواز کی حاجت نہیں، کرۂ زمین کے طواف کی ضرورت نہیں بلکہ ارض مسکون وہ بھی صرف آبادیٔ اسلام، وہ بھی صرف آستانجات علماء کرام کی خاکروبی ہمارے مدعا کو کافی ہے اب ہم ہیں اور پر شوق نگاہیں تمناؤں بھرا دل نظر اٹھتی ہے تو ہندوستان سے گزر کر سمندر طے کر کے اسلام کے مرکز اور دین کے محور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کی گلی گلی کا طواف اور کوچہ کوچہ کا چکر لگا رہی ہے کبھی غلاف کعبہ پکڑے عرض کر رہی ہے کہ اے مالک و مولیٰ جل و علا ہمارے مذہبی رہنما اور دینی پیشوا کا پتہ دے کبھی روضہ مقدسہ کے سامنے باادب عرض گزار ہے کہ اے دو جہاں کے آقا صلوات اللہ وسلامہ علیک ہمیں حضور اپنی بشارت کا مصداق بتائیں۔ ان عرضیوں کے ساتھ آنسو بھی نذر کر رہی ہے۔ الحمد للہ کہ عرضی قبول ہوئی اور عقل سلیم مجالس علماء کی طرف لے چلی اور حرمین محترمین کے مفتیان کرام و ائمہ حرمین عظام و جمیع علماء اسلام

کے قدموں میں ہمیں ڈالدیا۔ ہم جیب میں ساکت وصامت ہیں کہ تاب گویائی باقی نہیں ہے اتنا دیکھتے ہیں کہ ان علماء کے دست اقدس میں کوئی معتمد و مستند رسالہ کوئی معتقد و منتقد مجالہ ہے اور ان کے قلم وزبان سے کسی کی مداحی میں یوں زمزمہ سنج ہیں مناقب علمیہ کا اظہار ان لفظوں سے ہورہا ہے۔

عالم علامہ کامل استاذ ماہر مجاہد معزز۔ باریکیوں کا خزانہ۔ محفوظ برگزیدہ۔ گنجینۂ علوم کے مشکلات ظاہر و باطن کا کھولنے والا۔ دریائے ذخائر۔ علمائے عائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ امام پیشوا روشن ستارہ اعدائے اسلام کے لیے تیغ براں۔ استاذ معظم۔ نامور مشہور ہمارا سردار جلیل القدر۔ دریائے ذخار۔ بسیار فضل۔ دلیر۔ بلند ہمت۔ ذہین۔ دانشمند۔ بحر ناپیدا کنار۔ شرف وعزت والا صاحب ذکا ستھرا۔ ہمارا مولی۔ کثیر الفہم۔ منقبتوں اور فخروں والا یکتائے زمانہ۔ اپنے وقت کا یگانہ۔ علمائے مکہ ان کے فضائل پر گواہ۔ **اس صدی کا مجدد** زبردست عالم۔ عظیم الفہم جن کی فضیلتیں وافر۔ بڑائیاں ظاہر۔ دین کے اصول وفروع میں تصانیف متکاثر۔ مشہور ان کے کمال کا بیان طاقت سے باہر۔ علم کا کوہ بلند۔ طاقتور۔ زبان والا۔ حاوی جمیع علوم ماہر علوم غریبہ۔ دین کا زندہ کرنے والا وارث نبی۔ سید العلماء مایۂ افتخار علماء۔ مرکز دائرۂ علوم۔ ستارۂ آسمان علوم۔ مسلمانوں کا یاور و نگہبان حکم۔ حامی شریعت خلاصۂ علماء راسخین۔ فخر اکابر کامل سمندر۔ معتمد۔ پشت پناہ۔ محقق اور ولایت صحیحہ کی تصدیق یوں کی جارہی ہے کہ آفتاب معرفت۔ کثیر الاحسان۔ کریم النفس دریائے معارف۔ مستحبات وسنن واجبات وفرائض پر محافظ۔ محمود سیرت۔ ہر کام پسندیدہ۔ صاحب عدل عالم باعمل عالی ہمم نادر روزگار۔ خلاصۂ لیل ونہار۔ اللہ کا خاص بندہ۔ عابد۔ دنیا سے بے رغبتی والا۔ عرفان ومعرفت والا۔

میں اس مالک پر صدقے اس آقا پر ماں باپ قربان جس سے ایک حامی سنت ماحی بدعت مشہور عالم کی تمنا عرض کی گئی اور ہم کو اس کا پتہ ملا جو سنت واہلسنت کا یاور و نگہبان اور بدعت واہل بدعت کے لیے تیغ براں اور علم میں کوہ بلند۔ کامل سمندر مرکز دائرہ علوم امام وپیشوائے اہل اسلام ہے اس کا نشان ملا جو نہ صرف باطن کا عالم ہے بلکہ وہ دریائے معرفت اور اللہ کا خاص بندہ۔ عالی ہمم خلاصۂ لیل ونہار ہے بلکہ ہم اس کو پاگئے جو علماء کی زبان پر **اس صدی کا مجدد** پکارا جاتا ہے۔ وہ کون ہے؟ بیدینوں کی آنکھیں کور ہوں حاسدوں کی نگاہوں میں خاک ہو وہ وہی ہے جو بریلی کے مقدس گھرانوں میں ۱۲۷۲ھ کو پیدا ہوا اور ۱۲۸۵ھ کو تیرہ برس کی عمر شریف میں پروان چڑھا اور علوم کا سرتاج ہوکر منصب افتار کا عزت بخش ہوا اور ۲۰ برس تک تیرھویں صدی میں اپنے فتاوی وتصانیف سے علوم کے دریا بہائے اور عرب وعجم نے سر عقیدت ٹیک دیئے اور ۱۳۲۴ھ میں اسکی سرکار اعلی بابند و بالا کو وہ عروج کامل ہوا کہ ہندوستان۔ افغانستان وترکستان۔ عراق وحجاز۔ خاص حرمین محترمین کے علماء نے زانوئے ادب تہ کر دئے اور عقیدت کے وہ کلمات نذر گزرانے جن کو ابھی تم سن چکے ہو (دیکھو حسام الحرمین شریف) بتاؤں وہ مجدد کون ہے؟ سنو اور گوش ہوش سے سنو وہ وہی مقدس مجدد ہے جس کی زبان پر قدرت نے تاریخ ولادت کے لیے اس آیہ کریمہ کی تلاوت کرائی۔ أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۱۲۷۲ھ

یعنی وہ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی کچھ سمجھے کہ اولئک یعنی "وہ لوگ" کن کی طرف اشارہ ہے دیکھو کریمۂ مذکورہ کے پہلے کی آیت فرماتا ہے۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ یعنی تو نہ پائے گا انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ وقیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنھوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہو یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی تائید فرمائی۔ تم ہمارے ممدوح کی پاکیزہ زندگی پر ایک نظر کر جاؤ اور کفرہ ومرتدین وفرق ضالین کا جو ردو استیصال فرمایا

ہے اس پر نظر ڈالو تو بیساختہ کہہ اٹھو گے کہ آیہ کریمہ کا خلعت فاخرہ تن اقدس پر کیسا پُر زیب ہے۔

اب ذرا آیت کریمہ مذکورہ کے بعد کی آیت تلاوت کرو فرماتا ہے وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؕ یعنی انھیں باغوں میں اللہ تعالیٰ لے جائے گا نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ رہیں گے اس میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں۔

خبردار اللہ والے ہی مراد کو پہنچے بتاؤں کہ وہ اللہ والا مجدد کون ہے؟ جس کو آیہ کریمہ کی بشارت کا وہ حق واستحقاق ہے کہ اگر اولٰٓئک میں بعد لام کے الف کو کتابت میں ظاہر کرو تو اس کی عمر شریف کی تعداد ۶۸ برس کا پتہ چلتا ہے۔ اب اولٰٓئک کی جگہ ممدوح کا تصور کرو اور پاکیزہ حیات کو سوچکر بعونہ تعالیٰ کہہ سکتے ہو کہ وہ اڑسٹھ برس والا کامل الایمان وموید من اللہ تعالیٰ

بتاؤں کہ وہ موید من اللہ مجدد کون ہے دینیوں کا ستیاناس ہو حاسدوں کا برا ہو وہ وہی مبارک ہستی ہے جس کے علم وکمال وفضل بے مثال نے دشمنوں کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور اسلام و اہل اسلام کی موجودہ پُر شور وشر زمانہ میں بچپن برس تک مدد و محافظت فرما کر دین کو تازہ زندگی عطا کر کے ۱۳۴۰ھ کو اڑسٹھ برس کی عمر شریف میں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اور ۲۵ صفر یوم جمعہ مبارکہ کو اپنے رب سے جا ملا۔ بتاؤں کہ وہ محی دین مجدد کون ہے : جو اپنی وفات شریف سے چار ماہ بائیس روز قبل بمقام کوہ بھوالی اپنے وصال کی تاریخ یہ فرما چکا ہے بلکہ یوں کہو کہ تاریخ وفات کے لیے بھی جس کی زبان سے قدرت نے یہ آیہ کریمہ تلاوت کرائی۔

وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّاَکْوَابٍ
۱۳ ۵ ۴

یعنی خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لئے ان کو گھیرے ہیں قرآن کریم میں یہ بشارت ابرار کے لیے آئی ہے اور ابرار کے معنی مدارک شریف میں یہ لکھے ہیں الصادقون فی الایمان اور الذین لا یؤذون الذر ولا یضمرون الشر۔ یعنی ابرار کے معنی ہیں سچے ایماندار یا وہ لوگ جو چیونٹی تک کو ایذا نہیں دیتے اور نہ کسی شر کو پوشیدہ رکھیں۔

اب پھر ایک مرتبہ ہمارے ممدوح کی نفیس زندگی کے اوراق کا مطالعہ کرو بے اختیار کہہ پڑو گے کہ ایسا سچا ایماندار اب شور وشر کا مٹنے والا اور بلا وجہ شرعی کسی کو رنجیدہ نہ کرنے والا کوئی دوسرا دیکھنے میں نہیں آیا اس کو یاد رکھنا کہ تلاوت آیہ کریمہ مذکور کے ساتھ یہ بھی ارشاد کر دیا گیا ہے کہ آیت کریمہ سے و کو نہ پڑھو تو بحساب ابجد ۱۳۳۷ھ ہوتے ہیں جو تاریخ وصال حضرت خاتم المحدثین مولانا وصی احمد صاحب قدس سرہٗ کی ہے اب اگر دونوں تاریخوں کو ملا کر پڑھو تو یوں کہو کہ۔

یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّاَکْوَابٍ وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّاَکْوَابٍ ۴۰ ۵ ۱۳

یہ عطف اس اختصاص باہمی کا پتہ دیتا ہے جو حضار آستانہ پر پوشیدہ نہیں ہے بتاؤں کہ وہ صادق الایمان مجدد کون ہے؟ جس نے اپنی وفات سے عرب وعجم کو تاریک کر دیا اور جس کی ہزاروں تصانیف علیہ اس کی حیات کو بعونہ تعالیٰ باقی رکھینگی جو صرف ایک مکان سے دوسرے مکان کو منتقل فرمایا گیا مگر اعانت ومدد کا ہاتھ ہمیشہ اسلام ومسلمین پر انشاء اللہ تعالیٰ رہے گا۔

بتاؤں کہ وہ مشہور مجدد کون ہے؟ جس کے وصال میں عامہ اہل اسلام بے چین ہو کر کہتے ہیں کہ ہمارا امام رخصت ہو گیا۔ جمیع علماء اسلام کہتے ہیں کہ مجدد مأتہ حاضرہ وصال فرما گیا اور تمام مشائخ عظام جو مسند رشد وہدایت کی زینت ہیں فرماتے ہیں قطب الارشاد اٹھ گیا۔ غرض عرب وعجم میں ہلچل پڑ گئی بلکہ ارواح طیبہ پر بھی بڑا اثر پڑا

بتاؤں کہ وہ محبوب ممدوح خلائق مجدد کون ہے؟ جسکی خبر وفات سنتے ہی ہر طبقہ کو حسرت کے عالم میں سکتہ ہو گیا اور زبانیں بیساختہ دعائیں دینے لگیں اور کیتیں عالم کرنے لگیں چنانچہ حضرت والد ماجد قبلہ کی زبان مبارک سے بیساختہ نکل گیا کہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیکھا گیا تو یہ وصال کی تاریخ کا جواب ہے میں ممدوح کا نام ولقب مبارک بتاتا ہوں تم کہو اور کہتے رہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ہم کہیں امام الھدیٰ عبد المصطفیٰ

حضور پرنور اعلیحضرت شیخ الاسلام والمسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات

از فاضل اجل مولانا حسنین رضا خاں صاحب مدظلہ

حضور پرنور کے اسلاف کرام قندھار کے رہنے والے تھے ہندوستان میں آکر قابلیت وجاہت شجاعت کی بدولت سلاطین مغلیہ کے درباروں میں مناصب جلیلہ پر ممتاز رہے ابتداءً یہی طرز رہا کہ مدت دراز تک رکن سلطنت بکر حکمرانی کی شان رکھتے اور عمر کے پچھلے حصہ میں ترک دنیا کر کے یاد الٰہی میں مصروف ہو جاتے پھر اسی شان سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاتے۔ عالیجناب مولانا کاظم علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک تو یہ طریقہ مستمر رہا مگر قطب الوقت اعلیحضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جو اعلیحضرت قبلہ کے جد امجد ہیں) اپنا طرز عمل تبدیل کر دیا۔ امارت ظاہری سے کبھی کوئی تعلق نہ رکھا اور ساری عمر کامل فقر و درویشی میں گزار دی۔ یہ بزرگ اپنے وقت میں شریعت و طریقت کے امام مانے گئے ہیں انکی بے شمار کرامتیں اہل شہر کی زبانوں پر ہیں موافق و مخالف انکی مدح میں رطب اللسان ہیں خطب علمی ان کی تصانیف میں مشہور تر تصنیف ہے کہ انھوں نے اپنے تلمیذ خاص مولانا علمی کے نام سے شائع کرائی ان کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند شریعت پر رونق افروز ہوئے انھوں نے اپنے مبارک عہد میں علمی دنیا پر بڑے بڑے احسان کئے اور اپنے بعد بھی دنیائے اسلام کی رہنمائی کے لیے اعلیٰ تصنیفات اور حضور پرنور اعلیحضرت کی ذات کو چھوڑا۔ یہ وہ مبارک ہستی ہے جس کو خدائے قدوس نے محض دین کی حمایت کے لیے اس گئے گزرے زمانے میں خلق فرمایا محرم ۱۲۷۲ھ میں حضور پرنور کی ولادت ہوئی اور اپنے فطری شوق کی بدولت صرف چودہ سال کی عمر شریف تھی کہ فراغ حاصل فرما کر مسند افتاء پر نزول اجلال فرمایا اور اپنے مہربان باپ کو امامت تدریس افتاء وغیرہ کے کاموں سے سبکدوش کر دیا۔ عمر شریف وقف خدمات دینیہ رہی۔ تیرھویں صدی کے آخر تک تو کسی وقت جلسہ احباب میں بھی رونق افروز ہوا کرتے مگر چودھویں صدی کے شروع میں احباب سے یہ کہہ کر اب صدی بدلی ہے ہمیں بھی اپنا رنگ بدلنا چاہیئے۔ جو گوشہ نشینی اختیار فرمائی اس سے زمانہ واقف ہے۔ ان کی پاک زندگی پر نظر کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں صرف دو کاموں کے واسطے مخصوص فرما دیا تھا **احیاء دین** اور **احیاء علوم** اول المذکر کی طرف ان کا میل طبعی تھا۔ اور اس سے دلچسپی انکی فطرت میں داخل تھی بارہا کا تجربہ شاہد ہے کہ خدمت دین ان کی طبیعت ثانیہ ہو چکی تھی علالت کے زمانے میں بلا کسی دقت کے وہ کار افتا انجام دیتے تھے اگر کسی طبیب کے اصرار سے چند گھڑیوں کے لیے مشاغل علمیہ سے دست کش ہوتے تو مرض کا غلبہ ہونے لگتا اور کیوں نہ ہوتا کہ خدمت دین ان کے حق میں غذائے روح تھی اس وقت ہندوستان میں کوئی باطل فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے رد میں انکی بکثرت تحریریں موجود نہ ہوں جب دین میں کوئی نیا فتنہ اٹھتا تو سب سے پہلے حضور کے زبان و قلم کو حرکت ہوتی اور کامل استیصال فرما کر چھوڑتے میں خیال کرتا ہوں کہ ہر فتنہ انگیز کو فتنہ پھیلانے سے قبل یہ خیال مدتہا مدت تک باز رکھتا ہوگا کہ اعلیحضرت کی سیف زبان و نیزۂ قلم کا کیا جواب ہوگا۔ حرمین محترمین میں ہزاروں ہندی عالم گئے آئے مگر وہاں کے اجلۂ علماء نے جن سے سندیں لیں، جن کے دست حق پرست پر بیعتیں کیں، استاد بنایا کمال عزت و احترام کئے انھیں مجدد مائۃ حاضرہ امام اہلسنت کے مبارک خطابوں سے مخاطب کیا۔ وہ حضور پرنور اعلیحضرت ہی ہیں۔ علوم و فنون درسیہ تو ان کی آبائی میراث تھے بکثرت علوم غریبہ غیر مروجہ ہیں جن کا احیاء خداوند عالم نے حضور پرنور کے دست اقدس سے کرایا مثلاً۔ تکسیر، توقیت

(باقی ص ۲۳ پر)

میں جن کا ہوں انکے ہیں معراج والے

از مکرمی

(جناب حکیم عبدالرحیم صاحب مذاق نوری جبلپوری مرحوم)

کوئی تاج والے ہوں یا راج والے
ہیں اس در کے محتاج ہر کاج والے

ہے سرکار عالم کے محتاج کا در
یہاں بھیک لیتے ہیں خود راج والے

یہ وہ در ہے دولت ہے جس در کی لونڈی
جھڑکتے ہیں شاہوں کو محتاج والے

یہاں کی فقیری ہے رشکِ امیری
یہاں آکے گھستے ہیں سر تاج والے

تعلّی پہ ہیں سارے محتاج ان کے
کہ آخر تو حامی ہیں معراج والے

یہی ہیں وہ دامن کہ جس میں چھپیں گے
قیامت کے میدان میں لاج والے

خدنگِ نظر کا کوئی وار ادھر بھی
ہیں مدت سے مشتاق آماج والے

میں کچھ بھی سہی سلسلہ میرا دیکھو
میں جن کا ہوں انکے ہیں معراج والے

مذاق اب مجھے فکرِ فردا سے مطلب
بنالیں گے سب کام کل آج والے

منتسب از خاک کویت رتبہ بالائے من

(حافظ انعام اللہ صاحب تسنیم بریلوی)

بے گماں در خلد اے تسنیم باشد جائے من
ہست کوئے حضرت احمد رضا ماوائے من

آنکہ ذاتش مظہر نورِ جمال احدیت
گشتہ روشن از جمالش دیدۂ بینائے من

واقفِ سرِّ خفی ہم محرم راز جلی!
حامیٔ دینِ متین احمد رضا آقائے من!

منزل دینِ ہُدا را یافتم از راہِ تو
چون نہ نازم بر مراد خویش اے آقائے من

من نگویم جز بہ مضمون بلند اکنوں سخن
منتسب از خاک کویت رتبہ بالائے من

بارگاہِ رفعتت گشتہ غریباں را ملاذ
بر من مسکیں نگاہِ مہر ہم مولائے من

شکر ایزد ایں ہمہ از فیض تعلیمت کہ رست
از عذابِ عصر حاضر ایں دل دانائے من

اے زیارت کن نشاید ہاں ز سر رفتن روا
قدسیاں را رہگذارے مرقد مولائے من

دشمنانش خوار بادا دوستانش شادکام
تابود در بزم امکاں شہرتِ آقائے من

گر نخوانی در حضورم از نکو کاماں شوم
در برانی از حضورم وائے من اے وائے من

بر منِ تسنیم عاصی یک نگاہِ مکرمت
مستحقِ رحمتت باشد دل درد وائے من

اعلیٰحضرت کی شخصیت مقدسہ

(کاشف جلیلی)

اعلیٰحضرت کی ذات مقدس اس دور پرفتن میں ایک ایسی کوہ استقامت تھی کہ جس نے بیدینی و گمراہی کے ہر باطل طوفان کا رُخ پھیر دیا — ۱۸۵۷ء کے قبل اور بعد سے اسمٰعیل قتیل کی بدولت جس فتنۂ وہابیت نے سر اٹھایا تھا حضرت علامہ مجاہد ہند مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی اور مولانا فضل رسول صاحب بدایونی اور خود خاندان ولی اللّٰہی کے رُجلان رشید نے اگرچہ اسی زمانے میں گردن وہابیت پر اس طرح خنجر حق چلایا تھا کہ تسمہ باقی نہ لگا رکھا تھا لیکن اس مذبوح اور سسکتی لاش میں اذناب وہابیت نے نئے سرے سے روح پھونکی اعدیا غوائے شیطان اور کچھ برطانیہ پرستی نے بھی اس کو ہوا دی اور پھر فتنۂ وہابیت سے فضائے اسلام مسموم ہونے لگی اسی دور اور اسی زمانے میں اعلیٰحضرت کی ذات گرامی نے جان وہابیت پر قہر حقانی کی وہ بجلیاں گرائیں کہ ان بجلیوں کی صاعقہ بارکڑک نے آشیانۂ وہابیت کا ایک ایک تنکا خاکستر بنا دیا۔

اعلیٰحضرت کی شخصیت دینی و دنیوی ہر حیثیت سے ممتاز رہی ہے آپ کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا سعید اللہ خانصاحب بعہد سلطنت مغلیہ قندھار سے ترک وطن کرکے دہلی آئے اور سلاطین مغلیہ کے درباروں میں عالی مراتب اور شش ہزاری منصب پر فائز ہوئے۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تعاجس کے ابھی تک کچھ آثار باقی ہیں — آپ کے صاحبزادے سعادت یار خاں صاحب تھے۔ آپ سلطنت مغلیہ کی طرف سے ایک جنگ فتح کرنے کے لیے روہیلکھنڈ بھیجے گئے فتح ہوجانے پر آپ کو بریلی کا صوبیدار بنایا گیا لیکن فرمان شاہی ایسے وقت آیا جب آپ بستر مرگ پر تھے — سعادت یار خاں صاحب کے بڑے صاحبزادے محمد اعظم علیخاں صاحب مدتوں تک عہدۂ وزارت پر رہے پھر عہدۂ وزارت چھوڑ کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے ان کے صاحبزادے حافظ کاظم علیخاں صاحب آصف الدولہ کے ایسا وزیر تھے۔ وزارت سے قبل شہر بدایوں کے فیصلدار رہے اور دو سو سواروں کی بٹالین خدمت میں رہا کرتی تھی۔ حافظ کاظم علی خاں صاحب کے صاحبزادے حضرت امام العلماء مولانا رضا علی خانصاحب تھے جو اپنے وقت کے ... متبحر عالم و فاضل تھے نہ صرف اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں سے تھے بلکہ اجلہ اولیائے کرام میں سے بھی تھے زمانۂ غدر میں جبکہ ہر طرف دار و گیر کا سلسلہ جاری تھا اور شہر کا بیشتر حصہ ترک وطن کر چکا تھا یہاں تک کہ آپ کے صاحبزادے صاحب (حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب) بھی بخیال حفاظت جان و آبرو بریلی چھوڑ کر مع اہل خانہ عازم رام پور ہوئے اور آپ سے بھی رام پور چلنے کی گذارش کی مگر آپ نے منظور نہ فرمایا اور توکل علی اللہ اپنے مکان سکونت کے قریب کی مسجد ہی میں قیام فرما رہے — غدر کا وہ پُر آشوب زمانہ کہ جب برطانیہ کی فوجیں مسلمانوں کو تلاش کرکر کے قتل کر رہی تھیں آپ بغیر کسی فکر و تشویش کے مسجد ہی میں رہے — ایک دن آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ادھر سے گوروں کا گزر ہوا ان کو خیال آیا کہ چلو مسجد میں اگر کوئی مسلمان مل جائے تو اس کو اپنے مظالم کا نشانہ بنائیں یہ سوچ کر گورے مسجد میں داخل ہو گئے آپ مسجد ہی میں تشریف فرما تھے گوروں نے ادھر ادھر دیکھا اور کہا یہاں کوئی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر مسجد سے نکل گئے — قدرت نے ان گوروں کو اندھا فرما دیا کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکے — آپ کے صاحبزادے تاج العلماء رضا جامع کمالات باہرہ محقق افاضل حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب تھے جو اعلیٰحضرت کے والد ماجد تھے۔ اعلیٰحضرت کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ہوئی تاریخی نام المختار ۱۲۷۲ ہے صغر سنی کے واقعات سے قطع نظر کہ اس وقت بھی۔

بالائے سرش ز ہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی

آپ نے صرف ۱۴ سال کی عمر شریف میں تمام علوم درسیہ معقول و منقول کی تکمیل فرمالی اور اسی سال سے آپ نے افتاء نویسی کا کام شروع فرما دیا۔ اور اپنے والد ماجد کی حیات ظاہری

ہی میں افتا نویسی کا تمام بار خود سنبھال لیا — یہ تو ۱۴ سال کی عمر تھی آپ نے ۸ سال کی عمر میں فرائض کا پہلا مسئلہ تحریر فرمایا تھا اور ایسا صحیح تحریر فرمایا تھا کہ کہنہ سال مفتیان کبھی جس کو دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے — علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی تکمیل سید العرفا قطب زمانہ حضور پرنور سیدنا سید شاہ آل رسول صاحب احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ہوئی — جب حضرت شاہ آل رسول صاحب نے آپ کو بیعت فرمایا تو حاضرین سے ارشاد ہوا کہ اگر خدا مجھ سے سوال کرے گا کہ تو میرے لئے کیا لایا ہے تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا — یہ فرماکر خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث سے مشرف فرمایا — پہلی بار سفر حج میں بعد نماز مغرب امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت کدہ پر لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی پکڑے دیکھتے رہے پھر فرمایا انی لاجد نور اللہ فی ھذا الجبین ۔ بیشک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں یہ فرماکر صحاح ستہ اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے ہاتھ سے لکھکر عنایت کی۔ اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا — اسکے علاوہ حضرت زین دحلان اور دیگر علماء حرمین شریفین سے اجازت و سند حدیث حاصل فرمائی غرض تحصیل علوم کے بعد جہاں آپنے مسند افتاء کو زینت بخشی وہیں آپ نے خصوصیت کے ساتھ فرقہ وہابیہ کے رد کی طرف توجہ کی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان نے جو در حقیقت تفویت الایمان ہے، اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے اس کا ایسا مکمل و کامل رد فرمایا کہ مذبذبین گمراہی کا شکار ہونے سے بچ گئے۔ اور جن کے دلوں میں وہابیت راسخ ہو چکی تھی وہ ہمیشہ کے لیے ساکت و خائب و خاسر ہو گئے۔ مولانا رحمٰن علی خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف تذکرۂ علماء ہند میں فرماتے ہیں۔

"مولوی احمد رضا خاں بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ ابن مولوی نقی علی خاں صاحب بن مولوی رضا علی خاں متوطن بریلی دہم شوال گفتند تاریخ دہم ماہ دہم یوم السبت سال ہفتاد و دوم از صدی سیزدہم بعرصۂ دنیا قدم نہاد جد شریفش بروز عقیقۂ وی مبشر شدہ گفت خوابی دیدم کہ تعبیر آں فاضل و عارف شدن این فرزند است ۔ بالجملہ صاحب ترجمہ بعمر چہار سالہ از خواندن قرآن مجید فراغت یافتہ و بعمر شش سالگی بماہ ربیع الاول بر سر منبر بحضور مجمع کثیر رسالۂ میلاد شریف خواند تمامی علوم درسیہ از معقول و منقول بخدمت والد ماجد خود تحصیل نمودہ بتاریخ چہاردہم شہر شعبان سال ہشتاد و ششم از صدی سیزدہم فاتحۂ فراغ خواند وہمان تاریخ جواب استفتای رضاعت نوشتہ والد ماجد وی کار فتاوی نویسی باو سپردہ و در سال نود و چہارم صدی مذکور بخدمت سید شاہ آل رسول مارہروی شرف بیعت حاصل نمودہ مثال خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث یافتہ و در سال نود و پنجم صدی مذکور بمعیت والد ماجد خود بہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا مشرف شدہ از اکابر علمائے آن دیار اعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و عبد الرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم یافتہ، روزی نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواند بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بلا تعارف سابق دست صاحب ترجمہ گرفتہ بخانہ خود برد و تا دیر پیشانی وی گرفتہ فرمود انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین بعدہ سند صحاح ستہ و اجازت سلسلۂ قادریہ بدستخط خاص دادہ فرمودند کہ نام تو ضیاء الدین احمد ست و در سند مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اند وہم در مکہ معظمہ باجازت شیخ جمل اللیل موصوف شرح رسالہ جوہر مضیہ در بیان مناسک حج مذہب شافعیہ کہ از تصانیف شیخ سابق الوصف است اندر دو یوم نوشتہ و نام آن النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ مقرر کردہ پیش شیخ برد شیخ بہ تحسین و آفرین وے لب کشاد در مدینہ طیبہ مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد عرب ضیافت صاحب ترجمہ کردہ بالتمائے اکل طعام مسئلہ افضلیت مدفونین بقیع پیش کردند صاحب ترجمہ گفت کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل اند مولانا میفرمود کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضیلت دارند جانبین دلائل خود ہا بیان میکردند آخر مولانا فرمود کہ ہر دو قول صحیح و موجہ اند صاحب ترجمہ گفت ولکل وجھۃ ھو مولیھا آں وقت بانگ نماز عصر از حرم شریف برخاست مولانا فرمود فاستبقوا الخیرات آں جلسہ برخاستہ بہ نماز شریک شد،

بشب یعنی بعد نماز عشا صاحب ترجمہ در مسجد خیف تنہا توقف نمود در آنجا بشارت مغفرت یافتہ۔ وے سلمہ ربہ تصانیف بسیار دارد (اس کے بعد اسمائے کتب مصنفات مع توضیح لکھے ہیں جو بخیال طوالت نقل نہیں کئے) بماہ جمادی الآخر سن سیزدہ صد ہجری برخی از مفضلین بریلی و بدایوں و سنبھل و رامپور وغیرہ کہ سرخیل شان مولوی محمد حسن سنبھلی بودند در بلدۂ بریلی فراہم شدہ خواستند کہ بصاحب ترجمہ در باب تفضیل باب مناظرہ کشایند صاحب ترجمہ با وجود علالت طبع و استعمال منضجات او لگاسی سوال نوشتہ بیش سرگروہ آن طائفہ فرستاد بمجرد معائنہ اسولۂ مذکورہ سرگروہ مناظرین بسوادی عجلہ و خائف بعجلت تمام جانب وطن تشریف فرما شدند و دیگر معاونین شان بزاویہ من سکت سلم پناہ بردند چنانچہ قدری تفصیل ایں واقعہ در رسالۂ فتح خیبر مطبوع شدہ است زاں بعد اعلان مناظرہ مبحث مذکور منجانب صاحب ترجمہ عموماً مطبوع شدہ شائع گشت تا الی یومنا ہذا از جائے صدائے برنخاست ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم تصانیف وی تا ایں زمان قریب ہفتاد و پنج مجلد رسیدہ اند سلمہ اللّٰہ تعالےٰ۔

ترجمعہ:۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سلمہ اللّٰہ تعالیٰ بن مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں متوطن بریلی روہیلکھنڈ نے بتاریخ دس ماہ دہم یعنی شوال بروز شنبہ ۱۲۷۲ھ عرصہ دنیا میں قدم مبارک رکھا حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے عقیقہ کے دن ایک خواب خوشگوار دیکھا جسکی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند فاضل معارف ہوگا۔ چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم کیا اور چھ سال کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں منبر پر بہت بڑے مجمع میں میلاد پڑھا تمام علوم درسیہ معقول و منقول سب اپنے والد ماجد صاحب سے حاصل کرکے بتاریخ ۱۴ ماہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھکر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا جواب بالکل صحیح تھا والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد و طبع وقار دیکھکر اسی دن سے فتاوی نویسی کا کام ان کے سپرد فرمایا ۱۲۹۵ھ میں [illegible] مطہرہ میں حضرت ملحق الاصاغر بالاکابر وارث العلم کابراً عن کابر عالیجناب حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی خدمت شریف میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے اور مثال خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث سے مشرف ہوکر ۱۲۹۵ھ میں حضرت والد ماجد صاحب کے ساتھ زیارت حرمین طیبین زادہما اللّٰہ شرفاً و تعظیماً سے شرف امتیاز و امتیاز حاصل فرمایا اور اکابر علمائے دیار مثل حضرت سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ سے سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی کہ بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی پکڑکر فرمایا انی لاجد نور اللّٰہ فی ھذا الجبین بیشک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھکر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اسمیں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں۔ نیز حضور نے بایمائے حضرت شیخ جمل اللیل موصوف ان کی تصنیف لطیف جوہرہ مضیہ مناسک حج شافعیہ کا اردو ترجمہ کیا اور ایک شرح دو دن میں تحریر فرمائی جس کا نام النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ رکھا جس وقت اس ترجمہ اور شرح کو حضرت شیخ جمل اللیل کی خدمت میں پیش کیا حضرت شیخ بہت خوش ہوئے اور بہت تعریف فرمائی اور مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد بن عرب نے اعلیحضرت کی دعوت کی اثنائے طعام افضلیت مدفونین بقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی اعلیحضرت نے فرمایا کہ مدفونین بقیع میں سب سے افضل امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ہیں اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ انمیں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں دونوں حضرات نے اپنے اپنے قول پر دلائل پیش کئے۔ آخر مولانا نے فرمایا دونوں قول صحیح اور موجہہ ہیں اعلیحضرت نے فرمایا ولکل وجھۃ ھو مولیھا عین اسی وقت عصر کی اذان

حرم شریف میں ہوئی ختم اذان پر اعلیحضرت نے فرمایا فاستبقوا الخیرات غرض جلسہ برخاست ہوا اور سب لوگ نماز کے لیۓ حرم شریف میں پہونچے شب کے وقت اعلیحضرت نے تنہا مسجد خیف میں اقامت کی اور مغفرت کی بشارت سے مبشر ہوۓ) آپ صاحب تصانیف کثیرہ و تالیف عزیزہ ہیں (اس جگہ مصنف تذکرہ علماء ہند نے اعلیحضرت کی پچاس تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ طوالت کے خیال سے ان کو نہیں لکھا کہ تصنیفات[1] کے بیان میں ان کا مفصل ذکر آئیگا

———— ۱۰، ۵ جمادی الاخری سنہ ۱۳۰۰ھ میں مفضلہ بریلی، بدایوں، سنبھل رام پور وغیرہ نے متفقہ طریقہ سے مسئلہ تفضیل میں اعلیحضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا اور سبھوں نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی مصنف تنسیق النظام فی مسئلۃ الامام وحاشیہ ہدایہ وغیرہ کو امیر جماعت و مناظر مقرر کیا اور بریلی پہنچے اس زمانہ میں اعلیحضرت منضج پی رہے تھے اور جلاب کے دن قریب تھے ایک نئے طبیب کے زیر علاج تھے۔ اس کی سازش سے یہ مشورہ ہوا کہ مسہل کے ایک دن قبل دعوت مناظرہ دینی چاہیۓ اعلیحضرت بوجہ مسہل خود ہی انکار کر دیں گے اور اگر ہمت کی بھی تو طبیب کی حیثیت سے وہ معالج صاحب منع کر دیں گے بات بن جاۓ گی۔ کہ مناظرہ سے فرار کیا۔ لیکن جسے خداوند عالم سربلند کرے اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ اعلیحضرت نے فوراً چیلنج مناظرہ منظور فرمالیا معالج صاحب نے بہت منع کیا کہ کل مسہل کا دن ہے۔ اعلیحضرت نے فرمایا مناظرہ کرتے ہوۓ مجھے مرجانا منظور ہے اور مناظرہ سے انکار کر کے بچنا مقصود نہیں آخر اسی حالت میں تیس ۳۰ سوال لکھ کر سرگروہ جماعت جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی کے پاس روانہ کر دیۓ مولانا موصوف کی دیانت کہ بمجرد سوالات دیکھنے کے فرمایا ان سوالات کا جواب کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوۓ نہیں دے سکتا ہے اور اسی وقت ریل میں سوار ہو کر مکان تشریف لے آۓ اس کے بعد شرح عقائد کا حاشیہ مسمی بہ نظم الفرائد تحریر فرمایا جس میں مذہب اہلسنت وجماعت کی حمایت و تائید کی دوسرے معاونین نے یہ حال دیکھ کر من سکت سلم پر عمل کیا اور بالکل خاموشی اختیار کی جس کی قدرے تفصیل رسالہ خیبر میں اسی زمانہ میں مطبوع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اعلیحضرت نے کئی مرتبہ ان لوگوں کو دعوت مناظرہ دی مگر ادھر سے صداۓ برنخاست ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم اس وقت تک پچھتر ۷۵ کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔

اسی زمانے کا ذکر ہے کہ ایک صاحب رام پور سے حضرت امین مولانا نقی علی خاں صاحب کا اسم گرامی سنکر آۓ اور ایک فتویٰ پیش کیا جسمیں جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کا فتویٰ تھا اور جس پر اکثر علماء کرام کی مہریں اور دستخط تھے حضرت نے فرمایا کہ کمرے میں مولوی صاحب ہیں ان کو دیدیجیۓ وہ لکھدیں گے انھوں نے کہا حضور میں تو آپ کا شہرہ سنکر آیا ہوں حضرت نے فرمایا آجکل وہی فتوے لکھا کرتے ہیں انھیں کو دیدیجیۓ۔ اعلیحضرت نے جو اس فتوے کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا آپ نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرما کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے اسکی تصدیق فرمادی اور وہ صاحب اس فتوے کو لیکر رام پور پہنچے جب نواب کلب علی خاں رامپور کی نظر سے گزرا شروع سے آخر تک اس فتوے کو پڑھا اور مولانا ارشاد حسین صاحب کو بلایا اور وہ فتویٰ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا کی حق پسندی و حق گوئی ملاحظہ ہو صاف فرمایا فی الحقیقۃ وہی حکم صحیح ہے جو بریلی شریف سے آیا ہے۔ نواب صاحب نے پوچھا پھر اتنے علماء نے آپ کے جواب کی تصدیق کس طرح کردی فرمایا ان حضرات نے مجھ پر میری شہرت کی وجہ سے اعتماد کیا اور میرے فتوے کی تصدیق کی ورنہ حق وہی ہے جو انھوں نے لکھا ہے یہ سنکر دوسرے یہ معلوم کر کے کہ اعلیحضرت کی عمر ۱۹ - ۲۰ سال کی ہے نواب صاحب کو ملاقات کا شوق ہوا، اعلیحضرت قبلہ کو نواب صاحب نے یاد فرمایا، آپ اپنے خسر جناب شیخ فضل حسن صاحب کے ہمراہ جو رام پور کے ڈاکخانہ میں افسر اعلیٰ کی حیثیت سے تھے تشریف لے گۓ جس وقت آپ نواب صاحب کے یہاں پہونچے کیونکہ آپ دبلے پتلے تھے نواب نے دیکھ کر بہت ہی تعجب کیا اور چاندی کی کرسی پیش کی۔ فرمایا چاندی کا استعمال مرد کو حرام ہے یہ سنکر نواب صاحب کچھ خفیف ہوۓ

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم میں ان تصانیف کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اور اپنے پلنگ پر بٹھالیا اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرنے لگے اسی درمیان میں نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ ماشاء اللہ آپ فقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں بہتر ہو کہ مولانا عبد الحق صاحب خیرآبادی سے منطق کی اوپر کی کتابیں پڑھ لیں اتفاق وقت کہ اسی درمیان میں جناب مولانا عبد الحق صاحب بھی تشریف لے آئے نواب صاحب نے اعلیٰحضرت کا ان سے تعارف کرایا اور اپنی رائے کا ان سے اظہار کیا۔ علامہ خیرآبادی نے دریافت فرمایا منطق کی کتاب کہاں تک پڑھی ہے، اعلیٰحضرت نے فرمایا، قاضی مبارک یہ سنکر علامہ خیرآبادی نے دریافت کیا کہ تہذیب پڑھ چکے ہیں جس طنز سے مولانا نے سوال کیا اسی انداز پر آپ نے جواب دیا کیا آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے یہ جواب سنکر مولانا نے خیال کیا کہ ہاں یہ بھی کچھ ہیں اس لیے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا۔ بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے فرمایا۔ تدریس، افتار، تصنیف، کہا کس فن میں تصنیف کرتے ہیں فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردّ وہابیہ میں، یہ سنکر علامہ خیرآبادی نے کہا آپ بھی ردّ وہابیہ کرتے ہیں، ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے (یہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی کی طرف اشارہ تھا جو مولانا عبد الحق کے والد فضل حق صاحب خیرآبادی کے شاگرد تھے) اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی حمایت دین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے اس لفظ کو سنکر کبیدہ ہوئے اور فرمایا جناب والا سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے والد ماجد نے کیا۔ تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ مستقل کتاب مولوی اسمٰعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔ یہ سنکر مولانا عبد الحق صاحب نے فرمایا اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھنا نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا آپ کی باتیں سنکر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے اہلسنت کی توہین و تحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال دل سے دور کر دیا تھا تب آپ کی بات کا ایسا جواب دیا۔

غرض اس قسم کے بکثرت واقعات ہیں جو اعلیٰحضرت کی حیات علمی سے تعلق رکھتے ہیں ــــ اعلیٰحضرت کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو علمی اذکار اور حمایت دین متین کے ساتھ ساتھ مخالفین دین و بدمذہبان کے رد و ابطال سے خالی ہو ــــ علوم دینیہ میں تو خاص درک حاصل تھا ہی لیکن بکثرت ایسے علوم تھے کہ جنھیں آپ کی مقدس شخصیت منفرد و یگانہ تھی ہیئت و ہندسہ، تکسیر، لوگارثم، جفر غرض بے شمار علوم ہیں کہ جن میں سیر حاصل تصنیف فرمائی ہیں۔ اور سب علوم عطیہ بارگاہ رسالت و فیضان الٰہی تھے۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی کا بیان ہے کہ جب میرا قیام بریلی میں تھا اور دار الافتاء کا کام کرتا تھا تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰحضرت کی علمی حاضر جوابی سے لوگ حیران رہ جاتے مثلاً استفتا آیا دار الافتار میں کام کرنے والوں نے پڑھا اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا اور جواب جزئیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا فقہاء کرام کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا عجب نئے نئے قسم کے سوال آرہے ہیں اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں۔ فرمایا یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحے میں ابن عابدین نے ردالمحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحے پر فتاویٰ ہندیہ میں خیریہ میں یہ عبارت صاف موجود ہے اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ سطر اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک لفظ کا فرق نہیں ــــ ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا چونکہ اعلیٰحضرت کی رائے میں میں نے (محدث اعظم ہند) نے فن حساب کی تکمیل باضابطہ کی تھی لہٰذا یہ مناسخہ میرے سپرد کر دیا گیا۔ محدث صاحب کا بیان ہے کہ ان کا سارا دن اسی مناسخے کے حل کرنے میں لگ گیا شام کو اعلیٰحضرت کی عادت کریمہ کے مطابق جب بعد نماز عصر پھاٹک میں نشست ہوئی اور فتاوے پیش کئے جانے لگے تو میں نے بھی اپنا جواب اس امید کے ساتھ پیش کیا کہ آج اعلیٰحضرت سے داد لوں گا پہلے استفتا سنایا کہ فلاں مرا اور اتنے وارث چھوڑے اور پھر فلاں مرا اور اتنے چھوڑے غرض پندرہ موتیں واقع ہونے کے بعد زندوں پر ان کے حق شرعی کے مطابق ترکہ تقسیم ہونا تھا مرنے والے تو پندرہ تھے مگر زندہ وارثوں کی تعداد پچاس سے زائد تھی۔

استغفار ختم ہونے پر اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا حصّہ دیا۔ اس وقت کا میرا حال دنیا کی کوئی لغت ظاہر نہیں کرسکتی —— علوم و معارف کی ان غیر معمولی حاضر جوابیوں کی کوئی مثال سننے میں نہیں آتی ——

"شریعت و طریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدتوں غور و خوض کامل کے بعد بھی بڑے بڑے سر ٹیک کر رہ جائیں فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف انا لا ادری کا دم بھریں وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا کوئی اشکال ہی نہ تھا اور وہ دقائق و نکات مذہب و ملت جو ایک چیستاں یا ایک معمہ ہوں جن کا حل دشوار سے زیادہ ہو یہاں منٹوں میں حل فرما دیئے جائیں۔"

جناب سید ایوب علی صاحب رضوی مقیم لاہور کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالی میں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے میں قاصر ہیں چنانچہ مجھے بھی اسی قدر واقفیت تھی لیکن اعلیٰحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے حل کردوں گا اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حل کرادیں۔ اسی دوران میں ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا واقعہ پیش آیا —— ڈاکٹر صاحب علم ریاضی کے ماہر تھے اور ہندوستان میں ریاضی دانوں میں واحد منفرد ہستی تسلیم کئے جاتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے ایک مسئلہ میں اشتباہ ہوا ہر چند کوشش کی مگر حل نہ ہوا، قصد کیا کہ جرمنی جاکر اس مسئلہ کو حل کریں اتفاق سے ڈاکٹر صاحب نے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اس مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے جرمنی جانے کا ذکر کیا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جاکر مولانا احمد رضا خاں صاحب سے دریافت کیجئے وہ ضرور حل کردیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا مولانا آپ کیا فرما رہے ہیں میں کہاں کہاں تعلیم پاکر آیا ہوں اور حل نہیں کرسکا اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جنھوں نے غیر ممالک تو کجا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی بھلا ان سے کیا معلوم ہوسکتا ہے ——

بات ختم ہوگئی دو چار روز کے بعد پھر مولانا نے ان کو پریشان دیکھ کر یہی مشورہ دیا ڈاکٹر صاحب نے وہی جواب دیا اور سفر یورپ کا سامان شروع کردیا مولانا موصوف نے پھر ان سے فرمایا تو غصہ بھرے لہجہ میں کہا مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا آخر اس میں حرج کیا ہے سفر یورپ کے مقابلہ میں بریلی جانا تو معمولی چیز ہے کئی گھنٹہ کا سفر ہے۔ آپ ہو تو آیئے بہرحال ڈاکٹر صاحب بریلی جانے پر راضی ہوگئے حالانکہ ڈاکٹر صاحب کو ان کے احباب نے بہت روکا بھی کہ آپ وہاں ہرگز نہ جایئے وہ بہت ہی سخت مولوی ہیں اور آپ ہیں علیگڈھی داڑھی منڈے وہ آپ سے بات بھی نہ کریں گے لیکن انھوں نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور اس بات کا ذکر مولانا موصوف سے کیا۔ مولانا سلیمان اشرف صاحب نے فرمایا آپ ضرور جایئے مخالفین نے اعلیٰحضرت کو غلط مشہور کر رکھا ہے کہ وہ بہت سخت اور تیز مزاج ہیں آپ ان سے ملکر بہت خوش ہونگے اور ان کے اخلاق کو دیکھکر تعجب کرینگے چنانچہ مولانا سلیمان اشرف کو ہمراہ لیکر مارہرہ شریف پہونچے اور حضرت سیدنا شاہ مہدی حسن میاں صاحب کو بھی ساتھ لیا اور بریلی آئے —— اعلیٰحضرت کے دولت کدہ پر پہنچے معلوم ہوا کہ طبیعت ناساز ہے حضرت مہدی میاں صاحب نے اطلاع کرائی کہ میں آپکو دیکھنے آیا ہوں فوراً پردہ ہوا اور یہ تینوں حضرات اعلیٰحضرت کے پاس پہنچے۔ اعلیٰحضرت نے حضرت مہدی میاں صاحب کی تعظیم و توقیر فرمائی کہ وہ سید بھی تھے اور پیرزادہ بھی پھر مولانا سلیمان اشرف صاحب سے مصافحہ کیا اور ڈاکٹر صاحب کی مزاج پرسی کرتے ہوئے تشریف آوری کی غرض دریافت کی ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں فرمایا ارشاد فرمایئے۔ انھوں نے کہا کہ وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلد عرض کردوں فرمایا۔ آخر کچھ تو فرمایئے بہرحال ڈاکٹر صاحب نے ریاضی کا وہ سوال پیش کیا اعلیٰحضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے جواب سنکر ڈاکٹر صاحب کو حیرت ہوگئی اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا

بے اختیار بول اٹھے میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا میں تو اس مسئلہ کے حل کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا مگر مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی مجھے یہ جواب سنکر ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ گویا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے سنتے ہی فی البدیہہ تشفی بخش جواب دیا — پھر اعلٰحضرت نے اپنا ایک قلمی رسالہ جسمیں اشکال مثلث اور دوائر بنے تھے ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ڈاکٹر صاحب اسے نہایت حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھتے رہے اور بالآخر کہا کہ میں نے اس علم کو حاصل کرنے کے لیے غیر ممالک کے اکثر سفر کیے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل طفل مکتب سمجھ رہا ہوں یہ تو فرمائیے اس فن میں آپ کا استاد کون ہے۔ اعلٰحضرت نے ارشاد فرمایا میرا کوئی استاد نہیں ہے میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع تفریق ضرب تقسیم محض اسلیے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمنی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اس میں اپنا وقت صرف کرتے ہو مصطفٰے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے — چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چہار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا ڈاکٹر صاحب نے بھی یہی کہا کہ تیسری قوت تک ہے اس پر اعلٰحضرت نے (سید ایوب علی صاحب اور سید قناعت علی صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا کہ میرے یہ دو بچے بیٹھے ہیں ان کو جس قوت کا سوال آپ دیدیں یہ حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ان دونوں حضرات کو دیکھنے لگے اس کے بعد پھر اور علمی مباحث چھڑ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی دریافت کیا کہ اس کا سبب کیا ہے کہ آفتاب حقیقۃً طلوع نہیں ہوا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا اس کا جواب بھی علمی اصطلاحات میں دیا گیا — اور ڈاکٹر صاحب نہایت شاداں و فرحاں رخصت ہوئے یہاں ایک بات اور گزارش کر دوں کہ مخالفین دین نے اعلٰحضرت کے متعلق سختی اور تیز مزاجی کا شدت سے پروپگنڈہ کیا ہے جہانتک حمایت دین و وقار مصطفٰے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سوال ہے وہ یقیناً سخت اور تیز مزاج تھے اور محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار کے مصداق ورنہ عام طور پر بیحد خلیق و متواضع اور منکسر مزاج تھے ثبوت کے لیے صرف ایک واقعہ کافی ہوگا کہ ایک بار ایک صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میری بوا (یعنی والدہ) نے تمھاری دعوت کی ہے اور کل صبح کو بلایا ہے۔ اعلٰحضرت نے ان سے دریافت کیا کہ مجھے دعوت میں کیا کھلائیے گا اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دونوں ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے پھیلا دیا جسمیں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں، اور کہا یہ دال لایا ہوں اعلٰحضرت نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا اچھا میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب مرحوم اعلٰحضرت کے خادم خاص) کل دس بجے دن کے آئینگے اور حاجی صاحب سے فرمایا مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے — وہ صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر چلے گئے — دوسرے دن وقت معین پر اعلٰحضرت باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلئے انھوں نے عرض کیا کہاں فرمایا اُن صاحبزادے کے یہاں دعوت کا جو وعدہ کیا ہے۔ آپ کو مکان کا پتہ معلوم ہو گیا ہے یا نہیں، عرض کیا ہاں حضور ملوک پور میں ہے اور ساتھ ہو لیے جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازے پر انتظار میں کھڑے تھے: وہ اعلٰحضرت کو دیکھتے ہوئے یہ کہتے ہوئے مکان میں چلے گئے بوا مولوی صاحب آگئے — دروازے پر ایک چھپر پڑا تھا اعلٰحضرت وہاں انتظار کرنے لگے کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں باجرے کی موٹی موٹی روٹیاں اور مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال جسمیں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے صاحبزادے نے یہ کھانا رکھ کر کہا لو کھاؤ اعلٰحضرت نے فرمایا بہت اچھا ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آئیے — وہ پانی لینے اندر گئے۔ ادھر حاجی صاحب نے کہا حضور یہ مکان نقارچی کا ہے۔ یہ سنکر اعلٰحضرت کبیدہ خاطر ہوئے اور طنزاً فرمایا ابھی کیوں کہا کھانا

(باقی صفحہ [illegible] پر)

امریکی منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشنگوئی

کا

مکمل ابطال اور رد

ازافادات اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دارالافتاء میں ملک العلماء جناب مولانا محمد ظفرالدین صاحب (رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) ارشد تلامذہ اعلیٰحضرت نے بانکی پور کے اخبار ایکسپریس ۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ واستصواب حاضر کیا جسمیں امریکہ کے منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشنگوئی ہے جناب نواب وزیر احمد خانصاحب وجناب سید اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"۱۷ دسمبر کو عطارد مریخ زہرہ مشتری زحل نیچون یہ چھ سیارے جنکی طاقت سب سے زائد ہے قرآن میں ہونگے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلے میں جمع ہوکر اسے بقوت کھینچیں گے اور ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلے میں آجانے والا بڑا کوکب یورنیس ہے سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیأت میں کبھی نہ جانا گیا یورنیس اور ان میں مقناطیسی بجلی کی تحریک سے آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیس صدیوں میں نہ دیکھا گیا تھا ممالک متحدہ دسمبر میں بڑے طوفان آب سے صاف کردیا جائے گا یہ داغ شمس ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بے آلات کے آنکھ سے دیکھا جائیگا۔ آج تک ظاہر نہ ہوا اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا یہ داغ شمس کرۂ ہوا میں تزلزل ڈالے گا طوفان بجلیاں اور سخت مینھ اور بڑے زلزلے ہونگے زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔

اس کا جواب حسب ذیل ارشاد فرمایا۔

"یہ سب اوہام باطلہ وہوسات عاطلہ ہیں مسلمانوں کو ان کیطرف اصلا التفات جائز نہیں۔ (۱) منجم نے ان کی بنا کواکب کے طول وسطی پر رکھی ہے جسے ہیأت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں اس میں وہ ۶ کوکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہونگے مگر یہ فرض خود فرض باطل ومطرود اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے۔ نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم ہے اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر۔ اللہ تعالےٰ عزوجل فرماتا ہے والشمس والقمر بحسبان ○ سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے اور فرماتا ہے والشمس تجری لمستقر لھا ذلك تقدیر العزیز العلیم ○ سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔ اور فرماتا ہے کل فی فلك یسبحون ○ چاند سورج ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں اور فرماتا ہے وسخر لکم الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی ○ اللہ تعالےٰ نے مسخر فرمائے ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے بعینہ اسی طرح سورۂ لقمان وسورۂ ملئکہ وسورہ زمر میں فرمایا۔ اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے اس کے جواب کو یہ آیۂ کریمہ تمھیں تعلیم فرمادی ہے۔ الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ہ کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار تو پیش گوئی کا سرے سے مبنیٰ ہی باطل ہے۔

(۲) یہ جسے طول بفرض مرکز بیت شمس کہتے ہیں حقیقتاً کواکب کے اوساط معدلہ بتعدیل اول ہیں جیسا کہ واقف علم زیجات پر ظاہر ہے اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے یا کہ ذہنی اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۱۷ دسمبر کو کواکب کے حقیقی مقام یہ ہونگے:

کوکب	تقویم		
	برج	درجہ	دقیقہ
نپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	"	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰
شمس	"	۲۴	۳۰
یورنیس	دلو	۲۸	۲۶

ظاہر ہے کہ ان ۶ کا باہمی فیصلہ نہ ۲۶ درجے میں محدود بلکہ ۱۱۲ درجے تک محدود ہ یہ تقویمیں اس دن تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ساڑھے پانچ بجے شام اور نیویارک ممالک متحدہ امریکہ میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے بارہ بجے ہونگی یہ فاصلہ ان کی تقویمات کا ہے باہمی بُعد اس سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرضین کی قوسین چھوٹی ہیں اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲

(۳) یہ کلام "اسلامی" اصولی طور پر تو اب کچھ "عقلی" بھی لیجئے۔ یہ کہنا کہ دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے نہ جانا گیا محض جزاف ہے۔ مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے تو پیش کرے ورنہ روز اول کواکب درکنار دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس نے مطالعہ کئے اور ایسا اجتماع نہ پایا۔ یہ بھی یقیناً نہیں۔ تو دعوے بے دلیل باطل و ذلیل۔ اور یورینس و نپچون تو اب ظاہر ہوئے اگلے زیجات میں ان کا پتہ کہاں مگر یہ کہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق ان کے ہزاروں سال کے اوساط نکالے ہوں۔ یہ بھی ظاہر النفی ہے اور دعوی محض ادعا

(۴) کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر ایکا کر لیا ہے۔ یہ دعوی تو محض باطل ہے۔ بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر اور ۱۷ دسمبر کو اوساط کواکب کا نقشہ یہ ہے:

کوکب	اوساط	
	درجہ	دقیقہ
مشتری	۱۲۹	۲۰
نپچون	۱۲۹	۵۳
زہرہ	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مریخ	۱۵۴	۱۷
زحل	۱۵۵	۳۴
یورنیس	۳۳۰	۵۷

اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سب سے ہزاروں درجے بڑا ہے جب اتنے بڑے بڑے کی کھینچ تان اس کا منھ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ اس سے نہایت صغیر و حقیر ہے پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورنیس کی مار امار یقیناً اسے فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے ان کا فاصلہ بھی اور تنگ صرف ۲۵ درجے ہے (۵) مریخ زحل سے بھی بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم ساڑھے ۲۴ درجے تو یہ پانچ ہی ملکر اسے پاش پاش کر دینگے (۶) عطارد تو سب میں چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلہ میں ہیں جو ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین عظیم ساتھی مع یورنیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ

دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس
پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں اور تین
انمیں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چار
"فی الحقیقت ایک بہت بڑا طوفان اور ایک بہت بڑا داغ"

جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بیچارے عطارد مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو اکٹھے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم۔ واجب تھا کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت کتنی رکھی ہے وہ انھیں تمرد پر لائیگی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم ہو جانا جیسا کہ ہمیشہ مشہود ہے کہ جو کمزور چیز نہایت قوی قوت سے کھینچی جائے اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھنچ آئے گی ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں حالانکہ آفتاب پر اثر

ضرب شدید کا مقتضیٰ یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کے اس طرف ۶ رہیں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔ بالجملہ پیش گوئی محض باطل و پا در ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ عزوجل پھر اسکی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے اگر اتفاقاً بمشیت الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بفرض غلط واقع بھی ہوتے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل من گڑھت ہیں جنکا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر یہ اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے بہر حال پیش گوئی باطل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

(۸) جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج و حضیض شمس سے ہوتا ہے جس کا ہر سال مشاہدہ ہے نقطہ اوج پر کہ اس کا وقت تقریباً سوم جولائی ہے۔ آفتاب زمین سے غایت بعد پر ہوتا ہے اور نقطہ حضیض پر کہ تقریباً سوم جنوری ہے غایت قرب پر ـــ یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا ۱ بین المرکزین دو درجے ۵۴ ثانیے یعنی ۰۱۶۷۵۲۱۲ء ہے تو بعد ابعد ۹۴۵۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بعد اقرب ۹۱۳۴۱۹۷۴ میل تفاوت ۳۱۱۶۰۵۲ میل اگر زمین آفتاب کے گرد اپنی مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے فوکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیأت جدیدہ کا زعم ہے تو ادل تو نا فریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الہیأت ہیأت جدیدہ میں بارہ لاکھ بیتالیس ہزار ایک سو تیس زمینوں کے برابر ہے اور ہم نے بربنائے مقرراتِ[1] تازہ اصل کروی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا یعنی آفتاب تیرہ لاکھ دو سو چھپن زمینوں کے برابر وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں اس کی کیا مقاومت کر سکتا ہے تو گرد دورہ کرنا نہ تھا بلکہ پہلے ہی دن کھنچ کر اسمیں مل جانا کیا بارہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھنچ نہ سکیگا بلکہ ان کے گرد گھومے گا۔

ثانیاً جب کہ نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آکر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی تو نصف دوم میں اسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ میل سے زائد دور بھاگ گئی حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہوتا اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہونا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر اس کی قوت سست پڑے اور زمین اس کے پنجے سے چھوٹ کر پھر اتنی ہی دور ہو جائے۔ شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زیادہ ملتا ہے قوت زیادہ تیز ہوتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے کمزور پڑ جاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوتی کہ نصف دورے میں یہ غالب رہتا ہے نصف میں وہ

---

[1] وہ مقررات تازہ یہ ہیں قطر مدار شمس اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل قطر معدل زمین ۷۹۱۳ء۰۸۶ میل قطر اوسط شمس و قائق محیطیہ سے بتیس دقیقے چار ثانیے پس اس قاعدے پر کہ ہم نے ایجاد اور اپنے فتاوے جلد اول رسالہ الکلمۃ الملھمۃ الغنی المنیر میں ایراد کیا ۵۷ ۴ ۰ ۹ ۶ ۲ ۶ ۸ لوامیال قطر مدار + ۴۹۷۷۱۴۹۹ ۴ک

= ۶ ۵ ۹ ۱ ۶ ۶ ۷ ۸ لوامیال محیط ـــ ۸ ۳ ۵ ۴ ۴ ۳ ۴ ۴ لو دقائق محیط = ۱۸ ۴ ۷ ۳ ۴ ۴ ۴ لوامیال دقیقہ محیطیہ + ۵۰۶۰۵۵۳۹ ۱ ۱ لو دقائق قطر شمس = ۵۹۳۷۷۹۵۷ ۱ لوامیال قطر شمس ـــ ۵۹ ۴ ۳ ۸ ۹ ۸ ۳ ۳ لوامیال قطر زمین = ۸ ۹ ۴ ۴ ۹ ۰ ۲ ۲ لو نسبت قطرین × ۳ کہ کرہ : کرہ :: قطر : قطر مثلثہ بالتکریر = ۴ ۹ ۴ ۳ ۸ ۱ ۱ ۶ لو نسبت کرتین عدد ۶ ۵ ۲ ۳ ۱ ۳ ۱ دھو المقصود یعنی محیط فلک شمس اٹھاون کروڑ بتیس لاکھ آٹھ ہزار میل ہے اور ایک دقیقہ محیطیہ ۲۷۰۲۳۵ میل اور قطر شمس ۸۶۶۵۵۴۲ میل اور وہ قطر زمین کے ۱۰۹ ۵۰۹ مثل ہے اور جرم شمس تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر اور علم حق اس کے خالق جل وعلا کو ۱۲ منہ

مذکورہ جرم کہ زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے، اسے کھینچ کر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرے اور عین شباب اثر جذب کے وقت سست پڑ جائے ۱۰، ادھر ایک ادھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف انقسام پائے۔

ثالثاً خاص انھیں نقطوں کا تعین اور ہر سال انھیں پر غلبہ و مغلوبیت کی کیا وجہ ہے بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن ہے اور آفتاب[۱] اس کے گرد ایک ایسے دائرے پر متحرک جس کا مرکز مرکز عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے اگر مرکز متحد ہوتا زمین سے آفتاب کا بعد ہمیشہ یکساں رہتا مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطہ ا پر ہوگا مرکز زمین سے اس کا فصل اج ہوگا یعنی بقدر اب نصف قطر مدار شمس + ب ح مابین المرکزین اور جب نقطہ ء پر ہوگا اس کا فصل ح ء ہوگا یعنی بقدر ب ء نصف قطر مدار شمس ۔ ب ح مابین المرکزین دونوں فصلوں میں بقدر دو چند مابین المرکزین فرق ہوگا یہ اصل کروی پر ہے لیکن وہ بُعد اوسط اصل ہیئتی پر لیا گیا ہے اس میں بُعد اوسط منتصف مابین المرکزین پر ہی تو بُعد اوسط + مابین المرکزین = بُعد ابعد، نصف مذکور = بُعد اقرب لاجرم بقدر مابین المرکزین فرق ہوگا اور یہی نقطے اس قرب و بعد کے لیے خود ہی متعین رہیں گے کتنی صاف بات ہے جس میں نہ جاذبیت کا جھگڑا نہ نافریت کا بکھیڑا ذلک تقدیر العزیز العلیم o یہ سادھا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا والہ وصحبہ وسلم

(۸) اقول جاذبیت کے ابطال پر دوسرا شاہد عدل قمر ہے ہیئات جدیدہ میں قرار پا چکا ہے کہ اگرچہ زمین قمر کو قریب سے کھینچتی ہے اور آفتاب دور ہے مگر جرم شمس لاکھوں درجے جرم زمین سے بڑا ہونے کے باعث اس کی جاذبیت قمر پر زمین کی جاذبیت سے $2\frac{1}{5}$ گنی ہے یعنی زمین اگر چاند کو بارہ میل کھینچتی ہے تو آفتاب گیارہ میل اور شک نہیں کہ یہ زیادت ہزاروں برس سے مستمر ہے تو کیا وجہ کہ چاند زمین کو چھوڑ کر اب تک آفتاب سے نہ جا ملا یا کم از کم ہر روز یا ہر مہینے اس کا فاصلہ زمین سے زیادہ اور آفتاب سے کم ہوتا جاتا مگر مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں تو ضرور جاذبیت مہمل و باطل خیال ہے اور یہاں یہ عذر کہ آفتاب زمین کو بھی کھینچتا ہے عجب صدائے بے معنی ہے زمین کو کھینچنے سے قمر پر اس کی کشش کیوں کم ہو گی ایک اور $\frac{1}{5}$ اسی حالت موجود ہی پر تو مانی گئی ہے جس میں شمس زمین کو بھی جذب کر رہا ہے۔ پھر اس قرار یافتہ مسلم کا کیا علاج ہوا۔

(۹) لطف یہ کہ اجتماع کے وقت قمر آفتاب سے قریب تر ہو جاتا

---

[۱] **تنبیہ ضروری** آفتاب کو مرکز ساکن اور زمین کو اس کے گرد دائر ماننا تو صراحۃً آیات قرآنیہ کا صاف انکار ہے، یہی ہیئات یونان کا مزعوم کہ آفتاب مرکز زمین کے گرد دائر تو ہے مگر نہ خود بلکہ حرکت فلک سے آفتاب کی حرکت عرضیہ ہے جیسے جالس سفینہ کی۔ یہ بھی ظاہر قرآن کریم کے خلاف ہے بلکہ خود آفتاب متحرک ہے آسمان میں پیرتا ہے جس طرح دریا میں مچھلی قال اللہ تعالٰی وکل فی فلک یسبحون o افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود و صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کے حضور کعب کا قول مذکور ہوا کہ آسمان گھومتا ہے دونوں حضرات نے بالاتفاق فرمایا کذب کعب ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا کعب نے غلط کہا اللہ تعالٰی فرماتا ہے بیشک اللہ آسمان اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکیں نہیں۔ زاد ابن مسعود۔ وکفی بہا زوالا ان تدور رواہ عنہ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وعن حذیفہ عبد بن حمید اس آیت میں اگرچہ تاویل ہو سکے صحابہ کرام خصوصاً ایسے اجلہ اعلم بمعانی القرآن ہیں اور ان کا اتباع واجب ۱۲ منہ

ہے اور مقابلہ کے وقت دور تر حالانکہ قریب، وقت اجتماع آفتاب کی جاذبیت کہ $\frac{16}{26}$ ہے صرف $\frac{3}{8}$ ہی عمل کرتی ہے کہ قمر شمس و ارض کے درمیان ہوتا ہے زمین اپنی طرف ۵ حصے کھینچتی ہے اور شمس اپنی طرف ۱۱ حصے تو بقدر فصل جذب شمس $\frac{6}{16}$ جانب شمس کھنچا اور قریب وقت مقابلہ جاذبیت کے سب سوا حصے قمر کو جانب شمس کھینچتے ہیں غرض وہاں تفاضل کا عمل تھا یہاں مجموعہ کہ اس کے سہ چند کے قریب ہے تو واجب کہ وقت مقابلہ قمر شمس بہ نسبت وقت اجتماع قریب تر آجائے حالانکہ عکس ہے تو ثابت ہوا کہ جاذبیت باطل ہے۔

(۱۰) طرفہ یہ کہ اس بیچارے صغیر الجثہ چاند کو صرف شمس ہی نہیں اس کے ساتھ زہرہ و عطارد کی جانب شمس کھینچتے ہیں اور ادھر سے ارض اپنی طرف گھسیٹتی ہے خصوصًا ان تینوں کا ایک درجے سے بھی کم فاصلہ ہے ہزاروں بار قِران ہو چکا ہے اور ان تینوں کی مجموعی کشش جذب زمین پر غالب آتی ہے نہ اس ستم کشا کش میں قمر کو کوئی زخم پہنچتا ہے نہ وہ ہسپتال جاتا ہے نہ سول سرجن کا معائنہ ہوتا ہے آفتاب[1] کہ چھ کرور چاند سے بھی لاکھوں حصے بڑا ہے اسی پر تو چار کے اجتماع سے وہ ظلم ہوتا تھا قمر بیچارے کی کیا ہستی ہے تو اس کھینچ تان میں پرزے پرزے ہو جانا تھا علیم

دیکھتے ہیں کہ اس پر حرف آنا در کنار اس کی منضبط چال میں اصلا فرق نہیں آتا تو منجم کے اوہام اور جاذبیت کے خیالات سب باطل ہیں۔

(۱۱) اس کے بعد بفضلہ تعالیٰ جاذبیت کے دونا قریب زمین کے رد میں اور مضامین نفیسہ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملیں گی خیال میں آئے کہ ان کا بیان موجب طول تھا لہٰذا انہیں ان شاء اللہ العزیز ایک مستقل رسالہ کریں یہاں بقیہ کلام منجم کی طرف متوجہ ہو۔ آفتاب کا کلف جسے بے داغ کہا جا رہا ہے آلہ نظر آیا ۱۷ر دسمبر والا اگر ہو تو انہیں میں کا ایک ہوگا جو بارہا گزر چکے (ا) قدیم زمانے میں شینر نامی ایک عیسائی راہب نے اپنے رئیس سے کہا میں نے سطح آفتاب پر ایک داغ دیکھا اس نے اعتبار نہ کیا اور کہا میں نے اول تا آخر ارسطو کی کتابیں پڑھیں انہیں کہیں داغ شمس کا ذکر نہیں (ب) علامہ قطب الدین شیرازی نے تحفۂ شاہیہ میں بعض قدما سے نقل کیا صفحۂ شمس پر مرکز سے کچھ اوپر محور قمر کے مانند ایک سیاہ نقطہ ہے ظاہر ہے کہ یہ نقطہ کہ مہندس نے محض نظر سے دیکھا کتنا بڑا ہوگا کم از کم اس کا قطر ۲۲۵۲۰ میل ہوگا۔ کما یعلم مما سیاتی (ج) ابن ماجہ اندلسی نے طلوع کے وقت روئے شمس پر دو سیاہ نقطے دیکھے جن کو زہرہ و عطارد گمان کیا (د) ہرشل روم نے ایک داغ دیکھا جس کی مساحت تین ارب اٹھتر کرود

---

[1] اصول علم الہیات میں قمر کو زمین کا $\frac{1}{49}$ لکھا اور بالتوفیق ۴۳۰۲۰۰۵ حدائق النجوم میں ۳۶۰۲۰۰۵ء میں شمس اس کے نزدیک زمین کے ۱۴۲۵۱۳۰ مثل ہے اسے ۴۳۰۲۰۰۵ پر تقسیم کرنے سے آفتاب قمر کے ۶۱۲۱۵۸۴۳ مثل ہوا اور ہمارے حساب سے کہ قطر شمس ۸۶۶۵۵۴ میل ہے اور قطر قمر ہنسن نے ۲۱۶۱ میل بتایا کما فی اصول الھیاۃ تو شمس ۶۶۲۰۹۷۴۴۶ قمر کے برابر ہوا بہر حال چھ کرور چاند کے بموجب سب سے لاکھوں کی قدر بڑا ہے ۱۲ منہ

[2] لطیفہ۔ اعلیٰحضرت کی تو عمری کا واقعہ ہے جب تقریبًا ۸۲ سال یا زائد ہوئے اعلیٰحضرت قبلہ ایک طبیب کے یہاں تشریف لے گئے ان کے استاد ایک نواب صاحب (جو علم عربی بھی رکھتے تھے اور علوم جدیدہ کے گرویدہ) ان کو مسئلہ جاذبیت سمجھا رہے تھے کہ ہر چیز دوسرے کو جذب کرتی ہے اثقال کہ زمین پر گرتے ہیں نہ اپنے میل طبعی بلکہ کشش زمین سے۔

اعلیٰحضرت۔ بھاری چیز اوپر سے دیر میں آنا چاہیے اور ہلکی جلد کہ آسان کھینچے گی حالانکہ امر بالعکس ہے۔ نواب صاحب۔ جنسیت موجب قوت جذب ہے ثقیل میں اجزائے ارضیہ زائد ہیں لہٰذا زمین اسے زیادہ قوت سے کھینچتی ہے۔ اعلیٰحضرت۔ جب ہر شے جاذب ہے اور اپنی جنس کو بہت قوت سے کھینچتی ہے تو جمعہ و عیدین میں امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی ہزاروں چاہیے کہ مقتدی امام کو کھینچ لیں۔ نواب صاحب۔ اسمیں روح مانع اثر جذب ہے۔ اعلیٰحضرت۔ ایک جنازے پر نمازی دس ہزار ہوتے ہیں اور اسمیں روح نہیں کہ نہ کھینچے تو لازم کہ مردہ ۱۰ ہزار نمازیوں سے لپٹ جائے نواب صاحب خاموش ہو گئے

[3] ملاحظہ ہو رسالہ فوز مبین در رد حرکت زمین مصنفہ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز ۱۲

میل بتائی اقول یعنی اگر وہ بشکل دائرہ تھا تو اس کا قطر ۵،۳۲۹۶۶ میل (۸) یورپ کے ایک اور مہندس نے ایک اور داغ دیکھا جس کا قطر ایک لاکھ چالیس ہزار میل حساب کیا اقول یعنی اگر دائرہ تھا تو اس کی مساحت پندرہ ارب انتالیس کروڑ تیس لاکھ میل (ح) قرار پاچکا ہے کہ جو کلف قطر شمس کے پچاس ثلثیے سے زائد ہوگا بے آلہ نظر آئے گا ہاں آفتاب پر نگاہ جمنے کے لیے لطیف بخارات ہوں یا رنگین شیشے کی آڑ۔

(۱۲) کہا گیا ہے کہ یہ کلف قطبین شمس کے پاس اصلا نہیں ہوتی اور ان کے خط استوا کے پاس کم وہاں سے ۳۰-۳۵ درجے شمال جنوب کو بکثرت انہیں بھی شمال کو زائد جنوب کو کم اگر یہ قران ومقابلہ سیارات کا اثر ہے تو یہ تخصیص کس لیے ہیں شمس کے جس حصہ کو ان سے مواجہہ ہو وہاں ہوں۔

(۱۳) ان کا حدوث آفتاب کی جانب شرقی اور زوال جانب غربی سے شروع ہوتا ہے۔ اثر قرانات میں یہ خصوصیت کیوں؟

(۱۴) بعض کلف دیرپا ہوتے ہیں کہ قرص شمس پر دورہ کرتے ہیں جانب شرقی سے باریک خط کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں پھر جتنا اوپر چڑھتے ہیں چوڑے ہوتے جاتے ہیں مرکز شمس تک اپنی انتہا کو پہنچتے ہیں جب آگے بڑھے گھٹنا شروع کر دیتے ہیں کنارۂ غربی پر پھر بشکل خط رہ کر غائب ہو جاتے ہیں پھر کنارۂ شرقی سے اسی طرح چمکتے ہیں ان کے دورے کی ایک مقرر میعاد خیال کی گئی ہے کہ پونے چودہ دن میں صفحۂ شمس کو قطع کرتے ہیں اور پہلے ظہور شرقی سے ستائیس دن ۱۲ گھنٹے ۲۰ منٹ کے بعد دوبارہ ظاہر ہوتے ہیں لیکن اکثر داغوں میں آناً فاناً بادلوں کے سے تغیرات ہوتے ہیں جن سے متاخرین یورپ نے گمان کیا ہے اگر کرۂ آفتاب کے سحاب میں بعض اوقات دفعۃً پیدا ہوتے اور بعض اوقات دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتے ہیں ہرشل یکم دوربین سے داغوں کا ایک گچھا دیکھ رہا تھا لحظہ بھر کے لیے نگاہ ہٹائی اب جو دیکھے ایک داغ بھی نہیں کبھی آفتاب کی جانب غربی سے ایک داغ زائل ہوا تھا کہ جانب شرقی میں نیا پیدا ہو گیا ابھی ایک نیا داغ دیکھ رہے ہیں تھوڑی دیر میں وہ پھٹ کر چند داغ ہو جاتا ہے چند داغ ہیں اور ابھی مل کر ایک ہو گئے۔ آجرلانگ نے ایک گول داغ دیکھا جس کا قطر ۸۰۰۰ میل تھا دفعتاً وہ متفرق ہو کر دو داغ ہو گیا اور ایک ٹکڑا دوسرے سے بہت دور دراز مسافت پر چلا گیا۔ اکثر یہ ہے کہ اگر چند داغ بتدریج پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی چند بتدریج فنا ہو جاتے ہیں اور اگر کئی داغ دفعتاً چمکے، ویسے ہی کئی دفعتاً جاتے رہے ان کا کوئی وقت بھی مقرر نہیں، ایکبار دفعتاً میں تیس سال کامل ان کی رصد بندی کی گئی بعض برسوں میں کوئی دن بھی داغ سے خالی نہ تھا بعض میں صرف ایک دن خالی گیا بعض میں اکیونرانوے دن صاف ان تمام حالات کو قرانات کے سر ڈالنا کسقدر بعید ہے۔

(۱۵) داغ پیدا کرنے کے لیے اقتران کی کیا حاجت ہے سیارے آفتاب کے نزدیک ہمیشہ رہتے اور تمھارے زعم میں اسے ہمیشہ جذب کرتے ہیں تو چاہیے کہ آفتاب کا گیس مدام ازتا رہے اور آتش فشانی سے کوئی وقت خالی نہ ہو اس کا جواب یہ ہوگا کہ اور وقت ان کا اثر جرم شمس پر متفرق ہوتا ہے جس سے آفتاب متاثر نہیں ہوتا بخلاف قران کہ دو یا زائد مل کر موضوع واحد پر اثر ڈالتے ہیں اس سے یہ آگ بھڑک سکتی ہے ایسا ہو تو جب وہ ۲۶ درجے ۳۲ دقیقے کے فاصلے میں منتشر ہیں اب بھی ان کا اثر آفتاب کے متفرق مواضع پر تنہا ہے نہ مجموعی ایک جگہ پر پھر آفتاب کیوں متاثر ہوگا۔ یہ فاصلہ کے ساتھ تھوڑا سمجھیے مرکز شمس سے فلک نیپچون تک ہر سیارے کے مرکز پر گزرتے ہوئے خط کھینچے جائیں تو معلوم ہو کہ سو کروڑ میل سے زائد کا فصل ہے شمس سے نیپچون کا بعد زمین کے تیس گنے سے زیادہ ہے اگر تیس ہی رکھیں تو دو ارب انتھتر کروڑ ستر لاکھ میل ہوا اور اس کے مدار کا قطر پانچ ارب ستاون کروڑ چالیس لاکھ میل اور اس کا محیط سترہ ارب اکیاون کروڑ بارہ لاکھ میل سے زائد اور اس کے ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے ایک ارب ۸۲ کروڑ تیس لاکھ ۴۶ ہزار میل سے زیادہ ایسے شدید بعید فاصلہ میں پھیلا ہوا انتشار کیا مجموعی قوت کا کام دے گا۔ یہ بھی اس حالت میں ہے کہ ان کے اختلاف عرض کا لحاظ نہ کیا اور اگر فرد رسانی شمس کے لیے سب کو

سب سے قریب تر فلک عطارد پر ڈالیں تو بُعد عطارد: بُعد ارض ۱
:: ۳۸۷ ر: تو شمس سے بعد عطارد ۳۵۹۸۵۲۳۰۰
میل ہوا تقریباً تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل اور قطر مدار ۷۱۹۰۴۶۰۰
سات کروڑ انیس لاکھ میل سے زائد اور محیط ۲۲ کروڑ ۵۰ لاکھ
۹۵ ہزار میل اور ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے ایک کروڑ ۶۵ لاکھ
۵۵ ہزار ۱۷۳ میل یہ فاصلہ کیا کم ہے بلکہ بالفرض سب دوریاں اٹھا کر تمام سیاروں کو خود سطح آفتاب پر لا رکھیں جب بھی یہ فاصلہ دو لاکھ میل ہوگا یعنی ۱۹۹۵۱۴ کہ قرص شمس کا دائرہ ستائیس لاکھ بائیس ہزار تین سو اکسٹھ میل ہے۔

(۱۶) اگر آفتاب کا جسم ایسا ہی کمزور مسام ناک ہے کہ اسقدر شدید متفرق زد سرایت کر کے اس کے موضع واحد پر ہوجاتی ہے تو پچاس ساٹھ یا ستر اسّی یا سو درجے کے فاصلے پر پھیلے ہوئے ستارے کہ اکثر اوقات گرد شمس رہتے ہیں ان کی مجموعی زد پر ہمیشہ کیوں نہیں عمل کرتی اگر اتنا فاصلہ مانع ہے تو دو سیاروں کا مقابلہ کیوں عمل کرتا ہے جبکہ ان میں غایت درجے کا فصل ۱۸۰ درجے ہے خصوصاً ایسا فرضی مقابلہ جیسا یہاں پورٹیس کو ہے کہ تحقیقی کسی سے نہیں جس پر خط واحد کا مہمل عذر ہوسکے۔

(۱۷) بالفرض یہ سب کچھ سہی پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں طوفانوں بجلیوں، بارشوں سے کیا نسبت ہے کیا یہ احکام منجموں کے بے سروپا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گرہ یا جوگ یا نچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوتے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو اور واقعی خرافات ہیں پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اسکی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اسے تعلق کیوں نہ ہوا۔ بیانِ منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۱۷ دسمبر کے لیے اسی پر اکتفا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ اعلحضرت کے مختصر حالات

لوگارثم۔ جبر و مقابلہ اعظم۔ جفر وغیرہ

محرم ۱۳۲۷ھ میں ایک فہرست تصانیف مرتب ہوئی تھی جس کا تاریخی نام المجمل المعدد لتالیف المجدد ہے اس وقت تک اعلحضرت قبلہ کی تصانیف کا عدد تین سو پچاس تھا اس کے بعد سے آخری وقت تک تصانیف کا سلسلہ علی الاتصال جاری رہا ہے۔ وہ علیحدہ ہے۔ میں اندازہ کرتا ہوں کہ اب اگر کوئی فہرست مرتب ہو تو اتنی ہی تصانیف اور ملیں گی۔ فتاوی رضویہ جسکی ۱۲ جلدیں ہیں وہ تمام کتابوں میں زیادہ ضخیم ہے۔ اگر تمام تصنیفات کو جمع کر کے عمر شریف پر تقسیم کیا جائے تو یقیناً حضور پرنور ان چند علمائے اسلام میں شمار ہوں گے جن کی عمر کے ہر دن میں کئی جز تصنیف کا حساب پڑتا ہے۔

زہد و تقوے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا۔ یعنی اعلحضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم ہیں۔

علوم میں وہ پایہ پایا اجلۂ علماء فرماتے تھے کہ گزشتہ دو صدی کے اندر کوئی ایسا جامع عالم نظر نہیں آتا۔ غرضکہ کم و بیش چون ۵۴ برس تک علوم کا سمندر موجیں لیتا رہا اور ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو جمعہ کے دن ۲ بج کے ۳۸ منٹ پر عین اذان جمعہ میں اُدھر حی علی الفلاح سنا اِدھر روح پرفتوح نے داعی اللہ کو لبیک کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضور پرنور نے اپنی ولادت و وفات کی تاریخیں قرآن کریم سے خود استخراج فرمائی ہیں وہ درج ذیل کیجاتی ہیں۔

تاریخ ولادت

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَہُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ۱۲۷۲ھ

تاریخ وفات جو وصال سے چار ماہ بائیس روز قبل تحریر فرمائی

وَیُطَافُ عَلَیْہِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّاَکْوَابٍ ۱۳۴۰ھ

امام اہلسنت بارگاہِ رسالت میں

نواب وحید احمد خاں وکیل سکھر مغربی پاکستان

محبی جناب عزیز احمد صاحب زاد لطفکم

السلام علیکم۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے عرس شریف کے موقع پر محمد حسین صاحب نے "کرامات اعلیٰحضرت" کا ایک نسخہ مجھے عنایت فرمایا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ ایسی کتاب مرتب کر رہے ہیں ورنہ میں ایک خاص واقعہ لکھ کر روانہ کرتا۔ بہرحال اب اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں یا اس ایڈیشن میں بطور تتمہ کے شامل کر دیجئے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب میں الہ آباد ہائیکورٹ میں وکالت کرتا تھا تو علی گڑھ کے ایک متمول بیرسٹر بھی میرے بنگلہ کے قریب ہی رہتے تھے وہ علی گڑھ سے الہ آباد وکالت کرنے آتے تھے۔ ان کا نام خواجہ عبدالحمید تھا بڑے پکے کانگریسی تھے اور عقائد میں مذبذب۔ ایک روز اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو کہنے لگے کہ وہ عالم تو زبردست تھے مگر توہم پرست اور کانگریس کے خلاف۔ توہم پرست تو یوں کہ میں نے مہدی میاں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف) کے قدم چومتے ان کو دیکھا بھلا اتنا بڑا عالم اور ایک دنیا دار آدمی کے قدم چومے یہ توہم پرستی نہیں تو اور کیا ہے اور چونکہ وہ کانگریس کے خلاف تھے اسلئے میں ان کو برا بھلا نہیں کہتا ہوں واقعہ انھوں نے اسطرح بیان کیا کہ حکیم اجمل خاں مرحوم کے پاس) ایک شامی بزرگ آئے بیرسٹر صاحب (خواجہ عبدالحمید) بھی چونکہ کانگریسی تھے اسلئے حکیم اجمل خاں مرحوم کے ساتھ بہت رہتے تھے۔ شامی بزرگ کی اکثر کرامتیں مشاہدہ میں آتی رہتی تھیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھی کہ ایک روز حکیم صاحب کسی دولت مند کا علاج کرنے باہر کسی شہر کو جا رہے تھے۔ شامی صاحب نے دریافت کیا کہ کہاں کی تیاری ہے۔ حکیم صاحب نے فرمایا فلاں شخص کا علاج کرنے فلاں شہر جا رہا ہوں۔ شامی صاحب نے بھی ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا حکیم صاحب نے بخوشی منظور کر لیا۔ بیرسٹر صاحب بھی ساتھ تھے۔ وہاں پہنچکر حکیم صاحب نے مریض کی نبض دیکھی اور نسخہ تجویز کر دیا۔ شامی صاحب کے دریافت کرنے پر حکیم صاحب نے کہا کہ اس کو کوئی خاص مرض نہیں ہے دو چار دن میں انشاء اللہ تعالیٰ درست ہو جائے گا۔ شامی صاحب نے مسکرا کر کہا کہ حکیم صاحب اس مریض کا علاج آپ نہ کریں کیونکہ پرسوں یہ مر جائیگا اور آپکی بدنامی ہوگی۔ حکیم صاحب متحیر ہو کر کہنے لگے کہ شامی صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں مریض تو بالکل اچھا ہے شامی صاحب نے فرمایا آپ کو اختیار ہے مگر اسکی زندگی کا چراغ پرسوں ضرور گل ہو جائے گا۔ بیرسٹر صاحب بھی اس گفتگو میں شریک تھے اور حکیم صاحب کو انھوں نے مشورہ دیا کہ پرسوں تک یہاں ہی قیام کیا جائے چنانچہ تیسرے روز وہ مر گیا۔ سب کو تعجب ہو گیا۔ شامی صاحب تو پہلے ہی دن وہاں سے غائب ہو گئے تھے — بیرسٹر صاحب فرماتے ہیں اس دن سے شامی صاحب کی بزرگی کا میں قائل ہو گیا۔ شامی صاحب ہم سے دور دور رہنے لگے اور بہت ہی کم ملاقات کرتے۔ ایک دن کانگریس کے مخالفین کا ذکر چھڑا۔ بیرسٹر صاحب نے اعلیٰحضرت کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ فوراً شامی صاحب نے روک دیا اور کہا کہ خبردار اس شخص کو برا نہ کہنا تم اس کا مرتبہ کیا جانو (یہ واقعہ ۱۹۲۴ء کا ہے جبکہ اعلیٰحضرت کے وصال کو تین سال ہو چکے تھے) بیرسٹر صاحب نے اصرار کیا کہ مفصل ارشاد فرمایا جائے۔ شامی صاحب پہلے تو انکار کرتے رہے اور صرف یہی کہتے رہے کہ دیکھو اس شخص کو کبھی برا مت کہنا جب بیرسٹر صاحب نے بہت زیادہ اصرار کیا تو فرمانے لگے بھائی ان آنکھوں نے وہ واقعہ دیکھا ہے کہ بیان سے باہر ہے اور اگر بیان کروں گا تو تم اسکی تصدیق نہیں کرو گے۔ بیرسٹر صاحب نے عرض کیا کہ آپ کی بزرگی کا سکہ ہمارے دل پر بیٹھ گیا ہے۔ ہم کبھی آپ کو دروغ گو خیال نہیں کر سکتے اور جو کچھ آپ فرمائیں گے بدل و جان منظور کریں گے۔ شامی صاحب نے فرمایا کہ اگر تم روحانیت کے قائل ہو تو سنو۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار مقدس میں حاضر ہوا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

اعلیحضرت کا بچپن

س - ف - بیگم رضویہ

تمہید ایک مشہور اور کافی مروج لفظ ہے جس کے اصطلاحی معنی ہیں کسی چیز کی ابتدا یا آغاز، تمہید تحریر میں بھی ہوتی ہے اور تقریر میں بھی تمہید کا قصد آنے والے مضمون کی نشاندہی کرنا ہوتا ہے۔ تمہید میں ان باتوں کی طرف اشارات ہوتے ہیں جو آئندہ تحریر یا تقریر میں آئیں گی لیکن جس طرح ہر مضمون کی تمہید ایک سی نہیں ہوتی اسی طرح تمام انسانوں کا بچپن بھی یکساں نہیں ہوا کرتا۔ جو جیسا ہونے والا ہوگا اسی کے مطابق اس کا بچپن ہوگا ۔۔ اولیاء کرام کا بچپن عام انسانوں سے بالکل جدا ہوتا ہے اس عہد میں ان سے اکثر ایسے واقعات صادر ہوتے ہیں جن میں ان کے مستقبل کا عکس نظر آتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی واقعہ ان کے مرتبۂ ولایت کا اظہار کرتا ہے تو کوئی ان کی بے پایاں علمیت اور حیرت انگیز ذہانت کا ثبوت ہوتا ہے۔ کسی واقعہ سے انکی تبلیغ واشاعت دین کا پتہ ملتا ہے تو کوئی واقعہ مرشدانہ اور ہادیانہ پہلو لیئے ہوتا ہے۔

جس طرح تمہید میں اصل مقصد کی طرف اس لئے اشارے ہوتے ہیں کہ سامعین یا ناظرین کی توجہ سب طرف سے ہٹ کر اسی طرف مرکوز ہو جائے اور وہ مقصد کے واضح ہونے سے قبل حواس کو مجتمع کرلیں تاکہ اس کا کوئی پہلو ان کے ذہن نشین ہونے سے نہ رہ جائے۔ اسی طرح بزرگوں سے عہدِ طفلی میں اس طرح کے واقعات کا ظہور محض اسلیئے ہوتا ہے کہ مخلوق ان کی طرف متوجہ ہو۔ اور جب وہ اپنے اس کام کا آغاز کریں جس کے لیے انھیں دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ تو لوگ ان سے بے خبر نہ ہوں کیونکہ خبردار نہ ہونے کی صورت میں مخلوق کا بھی نقصان ہے اور اس مقصد کی تکمیل بھی نہیں ہوتی جسکی خاطر یہ لوگ دنیا میں آئے ہیں۔

دیگر اولیائے کرام کی طرح چودھویں صدی کے مجدد حضور پرنور اعلیحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بچپن بھی آپ کی مبارک زندگی کا آئینہ دار گزرا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آپ کے بچپن کے حالات وواقعات کی طرف زیادہ توجہ نہ دی گئی اور اس مبارک عہد کے کسقدر واقعات جو اہل نظر کے لیئے بصیرت افروز اور عوام کے لیئے فردوس گوش اور بہتر رہنما ثابت ہوتے پردۂ خفا میں رہ گئے لیکن اس کے باوجود جو واقعات محفوظ کرلیئے گئے اور جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کے علو مرتبت اور بلند پایہ علمیت کا کافی ثبوت ملتا ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ

خاصان خدا خدا نباشند
لیکن زخدا جدا نباشند

اعلیحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بوقت ظہر ہوئی جبکہ آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے نزدیک بہترین ساعت ہے۔ ولادت سے قبل کسی صاحب نے جو مخلصین میں سے تھے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ آنے والا فرزند گرامی قدر ایسا بلند پایہ عالم ہوگا جو علم کے دریا بہائیگا اور جس کے فیض علم سے مشرق سے مغرب تک ساری دنیا سیراب ہوگی۔ یہ مبارک خواب حرف بحرف صحیح ثابت ہوا جس کا مشاہدہ دیکھنے والی آنکھوں نے کیا، کر رہی ہیں اور قیامت تک کریں گی۔ آپ کے زمانۂ شیر خواری کا کوئی واقعہ محفوظ نہیں البتہ تین ساڑھے تین سال کی عمر شریف اور اس کے بعد کے واقعات ملتے ہیں۔ آپ کی رسم تسمیہ خوانی کا واقعہ بھی انتہائی حیرت انگیز ہے اس مقام پر اس واقعہ کو "حیات اعلیحضرت"

سے بعینہ نقل کردینا زیادہ مناسب ہوگا۔

حضور کے استاد محترم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد الف با تا ثا جس طرح پڑھایا جاتا ہے پڑھایا۔ حضور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے جب لام الف کی نوبت آئی استاد نے فرمایا کہو لام الف حضور خاموش ہوگئے اور نہیں کہا۔ استاد نے پھر کہا کہو میاں لام الف حضور نے فرمایا یہ دونوں حرف تو پڑھ چکے ہیں یہ دوبارہ کیسا اس وقت حضور کے جدامجد حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو حضور نے تعمیل حکم کی اور جدامجد کے چہرے کی طرف نظر کی حضرت نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچہ کو شبہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان تھا اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا۔ اگرچہ بچے کی عمر کے لحاظ سے اس راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ تھا اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا مگر حضرت جدامجد نے نور باطنی سے سمجھا کہ یہ لڑکا کچھ ہونے والا ہے اسلئے ابھی سے اسرار و نکات کا ذکر ان کے سامنے مناسب جانا فرمایا بیٹا تمہارا سمجھنا درست ہے مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا وہ حقیقتاً ہمزہ ہے اور الف یہ ہے۔ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن سے ابتدا ناممکن اسلئے حرف لام اول میں لاکر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے حضور نے فرمایا تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا اتنی دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت۔ حضرت جدامجد نے جوش محبت میں گلے سے لگا لیا اور فرمایا لام اور الف میں صورتاً سیرتاً مناسبت خاص ہے۔ لام کا قلب الف اور الف کا قلب لام ہے اسلئے اس کو الف کے اول میں لایا گیا"

ایک طرف یہ واقعہ اور دوسری طرف امام اہلسنت کی وہ کمسنی اس کے تصور ہی سے عقل دنگ ہوئی جاتی ہے۔

تسمیہ خوانی بالعموم چار سال ۴ ماہ کی عمر میں ہوتی ہے اگر رواج کے مطابق آپ کی بسم اللہ بھی چار سال کی عمر میں ہوئی تو یہ واقعہ اسی عمر کا ہے ورنہ اس سے بھی پہلے کا ظاہر یہ ہوتا ہے کہ تسمیہ خوانی اس سے پہلے ہوئی تھی۔ کیونکہ اعلیٰحضرت نے چار سال کی عمر میں قرآن پاک ...... ناظرہ ختم کرلیا تھا۔

جس وقت قرآن پاک پڑھتے تھے اس وقت کا ایک واقعہ ہے کہ جو مولوی صاحب آپ کو قرآن پاک پڑھاتے تھے کسی آیۂ کریمہ میں ایک لفظ بار بار آپ کو بتاتے مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ زبر بتاتے آپ زیر پڑھتے یہ کیفیت حضور کے جدامجد مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھی اعلیٰحضرت کو اپنے پاس بلایا اور قرآن پاک منگا کر دیکھا تو اسمیں کاتب سے اعراب میں غلطی ہوگئی تھی زیر کی جگہ زبر لکھدیا تھا حضرت جدامجد نے اعلیٰحضرت سے دریافت فرمایا کہ جیسا مولوی صاحب بتا رہے تھے تم ویسے کیوں نہیں پڑھ رہے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں کوشش کرتا تھا کہ ویسے ہی کہوں لیکن زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔

یہ تھی وہ تائید غیبی جس نے آپ کی زبان کو تنزیل کے خلاف حرف کی ادائیگی سے محفوظ رکھا، اور یہی وہ حیرت انگیز اسرار و حقائق کے رموز و اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت تھی، جس نے آپ کو بہت جلد ترقی کے اس بام عروج پر پہنچا دیا جہاں تک پہنچنے میں لوگوں کی عمریں گزر جاتی ہیں، پھر بھی قسمت ہی سے پہنچ پاتے ہیں۔ اسی حیرت انگیز ذہانت سے متاثر ہوکر ایک روز استاذ نے دریافت کیا کہ "احمد میاں" بتاؤ کہ تم انسان ہو یا جن، مجھے پڑھاتے دیر لگتی ہے تمھیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ آپ نے استاذ سے کبھی ایک ربع سے زیادہ کتاب نہیں پڑھی ایک ربع پڑھنے کے بعد باقی خود پڑھکر سنا دیا کرتے تھے۔ ابتدائی کتابیں دوسرے استادوں سے پڑھکر دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور تمام علوم مروجہ میں بدرجۂ اتم مہارت حاصل کرکے ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی عمر شریف میں سند فراغت حاصل کی اور مسند افتاء پر رونق افروز ہوکر تصنیف و تالیف کے کاموں میں منہمک ہوگئے یوں تو آپ نے ۸ سال کی عمر میں رضاعت کا ایک مسئلہ کئی صفحوں میں کافی مفصل اور مدلل لکھا تھا لیکن اس کی باقاعدہ ابتدا فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہوئی۔

حق بات کہنے میں کسی طرح کی رو رعایت نہ کرنا۔ آپ کی زندگی کا نصب العین رہا جس نے اپنوں کے دلوں میں آپ کی بے پناہ قدر محبت ہمدردی اور جسم اعداء میں آپ کو کھٹکتا خار بنا دیا۔ اس کی جھلک اس وقت بھی ملتی ہے جو مولوی صاحب آپ کو اور دوسرے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے ان سے کسی لڑکے نے کہا السلام علیکم۔ مولوی صاحب نے جیسا کہ اکثر بڑے بوڑھوں کی عادت ہوتی ہے جواب میں فرمایا جیتے رہو۔ آپ نے بے جھجک ہو کر کہا کہ یہ جواب نہ ہوا، وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب بہت خوش ہوئے اور آپ کو بہت دعائیں دیں۔

آپ کے عہد طفلی میں اکثر اولیاء اللہ آپ سے ملاقات کیلئے آتے اور آپ کے بلند پایہ عالم ہونے کی خوشخبری دیتے چنانچہ ایک واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ آپکی عمر شریف ساڑھے تین سال کی تھی کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں تشریف لائے اعلیٰحضرت اس وقت اپنی مسجد کے قریب کھڑے تھے بظاہر وہ صاحب عربی النسل معلوم ہوتے تھے اعلیٰحضرت سے عربی میں گفتگو فرمائی اعلیٰحضرت نے بھی فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کون بزرگ تھے کہاں سے آئے تھے اس کے بعد ان کو کسی نے نہ دیکھا اور نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا

جو وقت اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی عمر دس برس کی تھی اس وقت کا ایک واقعہ ہے کہ ایک روز کسی صاحب نے دروازے پر آواز دی اعلیٰحضرت تشریف لے گئے ایک بزرگ فقیر منش سامنے کھڑے تھے آپ کو قریب بلایا۔ سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے فرمایا "تم بہت بڑے عالم" ہو اور چلے گئے۔

اسی طرح ایک روز آپ مسجد کے قریب کھڑے تھے۔ وہی نو۔ دس برس کا سن تھا۔ ایک بزرگ آئے آپ کو سر سے پا تک بغور دیکھا پھر دریافت فرمایا "تم مولانا رضا علی خانصاحب کے کون ہو" آپ نے جواب دیا میں ان کا پوتا ہوں فرمایا "جبھی تو" اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ یہ بشارات کا سلسلہ صرف انھیں چند واقعات پر منحصر نہیں بلکہ آپ کے زمانۂ طفلی کے بکثرت ایسے واقعات ہیں جن سے بزرگوں کا آنا آپ سے ملاقات کرنا اور آپ کے علو مرتبہ کی بشارت دینا ثابت ہوتا ہے۔

خشیت الٰہی جو اولیاء اللہ کا طرۂ امتیاز ہے اسکی جھلک بھی بعض واقعات میں ملتی ہے "رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور حضور پرنور اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی روزہ کشائی کی تقریب ہے (یہ معلوم ہو سکا کہ یہ تقریب کس وقت یعنی کس عمر میں منائی گئی) کاشانۂ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے ایک محفوظ کمرے میں فرینی کے پیالے جمانے کیلئے چنے ہوئے ہیں۔ آفتاب نصف النہار پر ہے اور ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد (رحمۃ اللہ علیہ) آپ کو اس کمرے میں لیجاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھالو۔ عرض کرتے ہیں میرا تو روزہ ہے کیسے کھاؤں، ارشاد ہوتا ہے بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے لو کھالو میں نے کواڑ بند کر دئے ہیں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں۔ آپ عرض کرتے ہیں جس کے حکم سے روزہ رکھا وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی چشمان مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا۔ اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے" (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما)

چونکہ آپ کے والد ماجد اور دیگر اہل خاندان اس طرح کے واقعات کا اس سے قبل بھی مشاہدہ کر چکے تھے اس لئے اس موقع پر امتحاناً ایسا کیا گیا اس سے محض آپ کی ثابت قدمی کی آزمائش مقصود تھی۔

اعلیٰحضرت کے صرف بچپن کے تفصیلی حالات اگر یکجا کئے جائیں تو اس کے لیے بھی کافی وقت اور زور قلم درکار ہے جو اس ذرۂ بے مقدار کے بس کی بات نہیں اہل قلم حضرات ہی اس سعادت کے بجا طور پر مستحق ہو سکتے ہیں۔ یہاں محض حصول برکت کے لئے یہ چند واقعات دہرائے گئے۔ اب امام اہلسنت سے التجا ہے کہ وہ اس حقیر پیشکش کو قبول فرمالیں تاکہ یہ ہمارے حق میں پروانۂ جنت بن سکے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

مُجدّد کی دینی اہمیت

جناب مولوی حبیب رضا خاں صاحب

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

ان اللّٰہ یبعث علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا۔ رواہ ابوداؤد۔

اللہ تعالےٰ ہر صدی کے آغاز میں ایک ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو دنیا میں دین کی تجدید کرتا ہے یعنی مردہ سنتوں کو زندہ کرتا ہے ابوداؤد نے یہ حدیث بیان کی

یہ بحث بہت طویل ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے کیا کیا مردہ سنتیں زندہ کیں۔ سمجھنے کے لیے بطور مثال چند سنتیں عرض کردوں جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد ہونا، تکبیر میں حی علی الصلوٰۃ تک بیٹھنا۔ مردوں کی فاتحہ کا کھانا کھانے کی اغنیاء کو ممانعت کرنا وغیرہ وغیرہ

مجددیت خدا کی بخشی ہوئی وہ طاقت ہے جو احیاء سنت کے لیے خداوند عالم اپنے کسی خاص بندے کو عنایت فرماتا ہے اور اور اس کے دور میں جس علم یا ہنر کا دور زیادہ ہوتا ہے اوس علم و ہنر میں اپنے اس خاص بندہ کو غیر معمولی کمال عطا فرماتا ہے۔ یہی عادت کریمہ دور نبوت میں برابر جاری رہی سیدنا موسیٰ علیہ السلام قوم فرعون کی طرف بھیجے گئے قوم فرعون اس وقت جادوگری میں کمال رکھتی تھی تو آپ کے عصا کو وہ طاقت عطا ہوئی کہ اس نے جادوگروں کی ساری نظر بندی کا آنکھوں دیکھے خاتمہ کر دیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جس دور میں تشریف لائے وہ فن طب کا دور تھا اس وقت طبیب ہی نہیں بلکہ طب کے موجد دنیا میں موجود تھے جن کے تازہ تجربات نے دنیا کو حیرت میں ڈالدیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم جب مادرزاد اندھے کے چہرے پر ہاتھ پھیر دوگے وہ اکھیارا ہوجائے گا اور جب مبروص کو چھوؤگے اس کا برص جاتا رہے گا مردے کے بھی ٹھوکر مار کر اسے حکم دیدو کہ قم باذن اللہ تو اسے بھی اٹھنا ہی پڑے گا۔ غرض حق و باطل کا مقابلہ ہر زمانے میں ایک ہی میدان میں ہوتا رہا ہے اور باطل کو ہمیشہ کھلی ہوئی شکست ہوئی ہے۔ دور نبوت میں یہ ہی ہوتا رہا اور یہی اس دور ولایت میں ہورہا ہے۔ چودھویں صدی کے آغاز میں اگرچہ معیار علم گھٹ چکا تھا مگر انواع و اقسام علوم بہت بڑھ گئے تھے اور برابر نئے نئے علوم و فنون ایجاد ہورہے تھے تو اس صدی کے آغاز میں جس بندۂ خدا کو خداوند عالم نے مجدد بنا کر بھیجا ہے تو اسے دنیا بھر کے مشرقی اور مغربی علوم میں کامل و اکمل بنا کے بھیجا تاکہ وہ اپنی خداداد قوت سے صفوف باطل کو اسی میدان میں کھلی ہوئی شکست دے۔ وہ بندۂ خدا کون تھا؟ وہ تھا مجدد ملۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ جس فن کا ماہر کمال فن کے غرور میں اس کے مقابل آیا اس نے منھ کی کھائی، اور ماہرین فن تو ہین انبیاء کرام و اولیاء عظام کو تو وہ بندۂ خدا ایسے جلاب دے گیا کہ انکی آنت، اوجھڑی جلاب کے اثر سے باہر آپڑی جن کے سمیٹنے میں انکی عمریں گزرجائینگی مگر وہ نہ سمٹینگی۔ پچاس علوم و فنون میں تقریباً چھ سو کتابیں اور فتاوی رضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں اعلیٰحضرت قبلہ نے تصنیف فرمائیں، ان میں علوم مروجہ بھی ہیں اور وہ علوم غیر مروجہ بھی ہیں جو مردہ ہوچکے تھے انکی تجدید بھی اعلیٰحضرت قدس سرہٗ ہی کے نصیب میں تھی اور بعض خالص مغربی علوم جن کی ہندوستان بھر کے علماء کو ہوا بھی نہ لگی تھی اور کالجوں میں اس کی تعلیم سے مسلمان طلباء کے عقائد خراب ہورہے تھے انھیں بھی اعلیٰحضرت ہی نے قلمزد فرمایا۔ یہ ہے مجدد کی مکمل شان علم، اسلئے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑوں کی اندرونی اور بیرونی بھیڑیوں سے حفاظت کرسکے۔ کسی بھی مسلمان نے اگر یہ مہم سر کی ہوتی تو ہم اسی کو مجدد کہتے اور ہم آج ڈنکے کی

چوٹ کہتے ہیں کہ اس چودھویں صدی کے آغاز سے اور اب جبکہ صدی قریب قریب ختم ہے کوئی ایک ایسا دکھا دو جس نے دین کے قلعہ کو ہر طرف سے مضبوط کر دیا ہو اور بد شعور سے عمر کی آخری سانس تک دین کی حمایت کو مقصد حیات بنالیا ہو ـــ میں تو کہتا ہوں کہ جس علم میں اگر کسی کو کمال تھا یا ہو وہ اسی علم میں انکی کتابیں دیکھے اور اپنا موازنہ کرے ورنہ دوسرے لوگ تو فریقین کی تصانیف کا ہر وقت مقابلہ کرکے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اب اعلیٰحضرت قبلہ کے تبحر علمی کے متعلق مخالفین کی رائے پیش کریں اور فیصلہ خود آپ پر چھوڑ دیں ـــ اعلیٰحضرت قبلہ کی جامعیت علم اور تبحر علمی کو اپنوں نے تو ہندوستان و افریقہ سے عرب تک بہت سراہا ہے۔ اگر اپنوں کے خیالات جمع کئے جائیں تو یہ مضمون ایک ضخیم کتاب بن سکتا ہے یہاں میں چند مخالفین کے خیالات پیش کرتا ہوں

پہلا واقعہ

اس کے راوی سید مدنی میاں صاحب مرحوم ہیں یہ اعلیٰحضرت کے زمانۂ وصال میں مرادآباد میں پولیس ہیڈ کانسٹبل تھے۔ اعلیٰحضرت کے وصال کا تار جب صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب کے نام مرادآباد پہنچا تو آپ نے فوراً طلبا کے ایک گروہ کو مامور کیا کہ وہ شہر میں اعلان کردے کہ "اعلیٰحضرت قدس سرہ نے آج نماز جمعہ کے وقت وصال فرمایا کل دفن ہوں گے جو صاحب شریک ہونا چاہیں وہ بریلی چلیں" طلبا کا یہ گروہ اعلان کرتا ہوا جب شاہی مسجد مرادآباد کے قریب پہنچا تو نماز مغرب ہو چکی تھی۔ سید صاحب کا ارشاد ہے کہ میں تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور قریب ہی ایک صاحب جو عقیدتاً سخت وہابی اور مدرسہ میں صدر مدرس تھے اپنے چند معتقدین میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اعلان کی آواز سنکر انھوں نے ایک طالبعلم سے کہا کہ دیکھو بازار میں کیا اعلان ہو رہا ہے۔ طالب علم گیا اور واپس آکر اس نے خوشی کے لب و لہجہ میں کہا خانصاحب بریلوی ختم ہو گئے" اس پر وہ وہابی مولوی برافروختہ ہو گئے انھوں نے کہا کہ "یہ مسلمانوں کے خوش ہونے کی بات ہے یا خون کے آنسو رونے کی بات ہے مولانا احمد رضا خاں سے ہماری مخالفت اپنی جگہ ہے مگر ہمیں ان کی ذات پر بڑا ناز تھا غیر مسلموں سے ہم آج تک بڑے فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ

دنیا بھر کے علوم اگر ایک ذات میں جمع ہو سکتے ہیں تو وہ مسلمان ہی کی ذات ہو سکتی ہے دیکھ لو ہم میں صرف ایک ایسی شخصیت مولوی احمد رضا خاں کی موجود ہے جو دنیا بھر کے علوم میں یکساں مہارت رکھتی ہے ہائے افسوس کہ آج ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ فخر بھی ختم ہو گیا"

دوسرا واقعہ

مولوی اشرفعلی تھانوی کو بریلی سے ان کے کسی مرید نے اعلیٰحضرت قبلہ کے وصال پر حسرت کا تار دیا۔ تار کا مضمون خود راوی صاحب نے پڑھکر سنایا تو انھوں نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حاضرین میں سے ایک نے مولوی اشرفعلی صاحب سے کہا کہ انھوں نے آپ کی تکفیر کی اور آپ انکی موت پر انا اللّٰہ پڑھتے ہیں۔ مولوی اشرفعلی صاحب نے جواب دیا کہ وہ عشق رسول مقبول میں ڈوبے ہوئے تھے اور بڑے عالم تھے کہ انھوں نے جو کچھ میری نسبت لکھا وہ اپنی جگہ صحیح تھا۔ اگر میں انکی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ ہوتے اور میری عبارت کا جو مطلب انھوں نے سمجھا اور اس کی بنا پر میری تکفیر کی، اگر ان کے قلم سے یہ الفاظ سرزد ہوتے تو میں بھی اس مطلب کی بنا پر جو انھوں نے سمجھا ان کی تکفیر ہی کرتا ـــ" خورشید علیخاں ایس۔ ڈی۔ او نہر وہاں موجود تھے اور انھیں نے تار پڑھا تھا اور انھیں نے میرے عزیز ترین برادر جلیل القدر فاضل مولوی سردار علی خاں مرحوم سے یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ جب وہ بریلی میں ایس۔ ڈی۔ او ہو کر آئے ہیں مرحوم سے ان کے گہرے تعلقات ہو گئے تھے ـــ مجھے تو مخالفین کی ایک عظیم ترین شخصیت کی ایک بات متعدد بیانات سے یاد ہے کہ "مولوی احمد رضا خاں کے قلم اور مولوی ہدایت رسول خانصاحب (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہما) کی زبان کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

تیسرا واقعہ

کم و بیش پچاس برس پہلے کا ہے کہ مرادآباد کے تبلیغی جلسوں میں ہمارے ایک مخالف فرقے کے اکابر جمع ہو گئے اور وہاں مناظرہ کی آواز اٹھائی اور اعلیٰحضرت سے ایک

فیصلہ کن مناظرہ کا اعلان کیا استاذ العلماء مولٰنا نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے بریلی آکر صورت حال بیان کی اعلحضرت مرادآباد تشریف لیگئے اور مناظرہ کا چیلنج منظور کرنے کا اعلان کر دیا اب شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیۓ دونوں طرف سے تحریروں کا آغاز ہوا مخالفین نے اپنے گروہ میں سے جن صاحب کو مناظر بنانے کی تجویز کر رہے تھے وہ اپنی جماعت علمی قابلیت میں فرد مانے جاتے تھے جب ان کے سامنے ذکر آیا تو انھوں نے بھرے مجمع میں صاف کہدیا کہ

میں مولوی احمد رضا خاں کی ٹکر کا نہیں ہوں،
آپ صاحبان میں سے جو صاحب ان کے مقابلے
میں آنے کو تیار ہوں وہ مناظرہ کریں۔

ان کے یہ کہنے کے بعد دوسروں کی ہمت پست ہوگئی پولس افسران اس وقت مخالف گروہ سے موافقت کر رہے تھے ان سے نقض امن کی رپورٹ کرادی پولیس کی رپورٹ پر مجسٹریٹ ضلع نے فریقین کے پاس حکم امتناعی بھیج دیا یوں مناظرہ سے جان بچی"

اعلحضرت کی غیر معمولی قابلیت سے تمام مخالفین ہمیشہ جھجکتے رہے اور ان میں کے انصاف پسند اس خدا داد قابلیت کا اعتراف بھی کرتے رہے۔ مخالفین کے گروہوں میں جو چوٹی کے شمار ہوتے تھے وہ اعلحضرت کی قابلیت کے زیادہ معترف تھے۔
والفضل ما به شهدت الاعداء

یورپ کے مروجہ علوم میں جبر و مقابلہ، ہیئات، اقلیدس فلسفہ سائنس، وغیرہ علوم میں بھی اعلحضرت نے نہ صرف علماء اسلام میں بلکہ مغربی علوم کے بعض ماہرین کی نگاہوں میں امتیاز خاص حاصل کیا تھا ـــــ

فنون مذکورۂ بالا میں سے درس نظامی میں بعض مختصر کتابیں پڑھائی جاتی تھیں انھیں کے ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا تھا اس کے عملی حصہ سے کوئی واسطہ نہ تھا ـــ اعلحضرت نے جب ریاضی اور اس سے متعلقہ فنون کی طرف توجہ دی تو اس کی تمام شاخوں کو عملی جامہ پہنا کر ان فنون کو مکمل کر دیا۔ مثلاً علم توقیت کہ وہ بھی ریاضی کی پیداوار ہے ـــ یہ اعلحضرت کی بدولت اس قدر مکمل ہوگیا ہے کہ آج بھی گو ان کے وصال کو چالیس سال سے زائد ہوچکے ہیں۔ مگر روزہ اور نماز کے صحیح اور قابل اطمینان اوقات سال بہ سال مرتب ہوکر سارے ہندوستان میں پھیل جاتے ہیں۔

اعلحضرت کے شاگرد رشید ملک العلماء فاضل بہار مولوی ظفر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب موذن الاوقات نے تو صوم وصلاۃ کی طرف سے صدیوں کے لیۓ مطمئن کر دیا ہے۔ اب ہر شخص گھر بیٹھے باسانی اسی موذن الاوقات سے نقشہ صوم و صلاۃ مرتب کرتا اور اپنے نام سے چھاپتا ہے۔ اعلحضرت کی مرتبہ جنتری سے قبل کسی صاحب کو ہمت نہ ہوئی کہ اس کام کا اقدام کریں۔ یہ اعلحضرت ہی کا ہندوستانی مسلمانوں پر جو صوم و صلاۃ کے پابند ہیں وہ احسان ہے جس سے کوئی نمازی کوئی روزہ دار شاید ہی بچا ہو ـــ پھر اعلحضرت کی بدگوئی کرنا اور ان سے بلاوجہ عداوت رکھنا حسد یا کھلی ہوئی محسن کشی نہیں تو پھر اور کیا ہے اس کا لحاظ سب سے زیادہ اس گروہ کو چاہئے تھا جو نماز کی پابندی کا مدعی ہے اور پروپگنڈہ کرتا پھرتا ہے۔ کاش وہ الانسان عبید الاحسان والی خصلت اختیار کرتے اور محسن کشی کی عادت سے بچتے تو کیا اچھا ہوتا ـــ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ـــ احسان مند ہونا بھی ایک اخلاقی نعمت ہے خدا ہی اپنے فضل سے دیتا ہے تو ملتی ہے۔

یورپ کے مشہور سائنسداں نیوٹن نے گردش و حرکت زمین پر ایک کتاب لکھی جو اسلامی عقیدے حرکت زمین کے خلاف تھی وہ کتاب ہندوستان کے کالجوں میں پڑھائی جانے لگی اعلحضرت کے پاس خطوط آئے اور لوگوں نے آکر خود بھی کہا کہ اس کتاب کو پڑھکر مسلمان لڑکوں کے خیالات بگڑ رہے ہیں آپ توجہ فرمائیں اعلحضرت نے اس کتاب کا رد لکھا اور نیوٹن ہی کے مسلمات سے اس کا رد کیا۔ کتاب کا تاریخی نام "فوز مبین در رد حرکت زمین" ہے "، یہ کتاب رسالہ الرضا میں باقساط شائع ہو رہی تھی حوادث روزگار سے رسالہ بند ہوگیا اور کتاب کی اشاعت بھی ختم ہوگئی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے رسالے کی ایسی مانگ آئی کہ مولوی ریاض الدین صاحب علیگ خود علی گڑھ سے آکر اس کے مطبوعہ فرمے تک علی گڑھ لے گئے۔ یہ تو ان علوم مروجہ کا حال تھا

جو لورپ اور ایشیا دونوں میں مروج تھے رہے علوم غریبہ اعلیحضرت کی ہمسری کے دعویدار ان کا صحیح مفہوم تک نہیں جانتے اور نہ ان کا موضوع ہی بتا سکتے ہیں اسلئے کہ نہ وہ کہیں درس میں شامل ہے اور نہ کتابیں ہی ملتی ہیں وہ علوم کبھی زندہ علوم تھے مگر اب مردہ ہو چکے تھے ـــ اعلیحضرت کو ایسے نادر الوجود اور نایاب علوم میں بھی کمال حاصل تھا اور آپ نے اپنے بعض تلامذہ کو بھی وہ علوم پڑھا دیئے تھے جیسے تکسیر، توقیت، لوگارثم، جفر وغیرہ ان سب کا احیا بھی اعلیحضرت قبلہ ہی کے لیے مقدر تھا اور انھوں نے ہر ایسے علم پر کتابیں لکھی ہیں جو طبع نہ ہو سکیں اور بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں ـــ فن تاریخ گوئی بھی دنیا سے اٹھ چلا تھا اعلیحضرت نے اسکی طرف بھی توجہ کی کم و بیش پانچ چھ سو رسائل و کتب کے نام تاریخی نکھڑالے اور سیکڑوں اشتہارات کے عنوان بھی تاریخی نکھدیے۔ خوبی یہ کہ کتاب و رسائل اور اشتہارات کے مضمون کا اظہار بھی اسی نام یا عنوان سے ہوتا ہے۔

(ناتمام)

اعتذار :ـ گزشتہ ماہ جون کا شمارہ تاریخ و وقت مقررہ پر مرتب کر کے پریس کے حوالے کر دیا گیا تھا مگر شدنی امر کہ پریس کی مشین ٹوٹ گئی اور اسکی درستگی میں کئی روز لگے اسی اثنا میں بایں خیال کہ رسالہ کی اشاعت میں تاخیر نہ ہو کاپیاں کانپور چھپنے کیلئے بھیجدی گئی وہاں سے بروقت چھاپکر بذریعہ ٹرانسپورٹ رسالہ دفتر کو بھیجدیا گیا لیکن سوء اتفاق کہ ٹرانسپورٹ آفس سے ہر بار یہی جواب ملا کہ رسالہ ابھی نہیں آیا ہے یہانتک کہ پوسٹ کرنے کی نہ صرف تاریخ مقررہ بلکہ توسیع تاریخ بھی گزر گئی ـــ آخر بمشکل ۱۶ جون کے بعد رسالہ ٹرانسپورٹ سے موصول ہوا۔ ۱۶ دن کے بعد رسالہ کی روانگی یوں نہ ہوسکی کہ محصول ڈاک چار گنا ہو گیا تھا یعنی دو نئے پیسے کے ٹکٹ کے بجائے ۸ نئے پیسے کے ٹکٹ، اس صورت میں دفتر کافی زیر بار ہوتا اسلئے یہی طے کیا گیا کہ جولائی کے شمارے کیساتھ جون نمبر بھی حوالۂ ڈاک کیا جائے۔ ہم اس تاخیر کے لیے اپنے تمام خریداروں سے معذرت خواہ ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں ہماری پریشانیوں کا اندازہ کر کے ہمیں معاف فرمائیں گے۔

شہ پارہ

از املاءات امام اہلسنت اعلیحضرت قدس سرہ العزیز

اعلیحضرت کی تاریخ گوئی کے سلسلہ میں کتاب مستطاب "انوار آفتاب صداقت" مصنفہ مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب سنی حنفی نقشبندی مجددی مقیم لودھیانہ مصدقہ اعلیحضرت امام اہلسنت و دیگر علمائے کرام حامیان دین و ملت قدست اسرارہم کے ص ۶۴۳ سے اعلیحضرت کا ایک فتویٰ مع استفتا نقل کرنا افادہ و فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(استفتا و فتوی الہامی)

علمائے کرام کا اسمیں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیۂ کریمہ انا من المجرمین منتقمون ٥ کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں اور یہی عدد ابوبکر، عمر، عثمان کے ہیں یہ کیا بات ہے بینوا توجروا

المستفتی قاضی فضل احمد لودھیانوی ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

الجواب

روافض لعنہم اللہ تعالےٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا و باد ہوا پر ہے اولاً ہر آیت عذاب کے عدد اسمار اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں۔ اور ہر آیت ثواب کے اسمار کفار سے کہ اسمار میں وسعت وسیع ہے ثانیاً امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر عمر عثمان ہیں رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا۔ اور دونوں ملعون ہیں حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا ارونی ابنی ما ذا سمیتموہ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے مولیٰ علی نے عرض کی حرب فرمایا نہیں بلکہ وہ حسن ہے پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر تشریف لیگئے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا مولیٰ علی نے عرض کی حرب فرمایا نہیں بلکہ وہ حسین ہے پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا حضرت علی نے وہی عرض کی فرمایا نہیں بلکہ وہ محسن ہے پھر فرمایا میں نے اپنے ان بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے شبر شبیر مشبر حسن حسین محسن ان سے ہم وزن و ہم معنی اس سے مولی علی کرم اللہ

وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں لہذا ان کے بعد صاحبزادوں کے نام ابوبکر عمر عثمان عباس وغیرہم رکھے ثالثاً رافضی نے اعداد غلط بتلائے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد ۱۲۰۱ ہیں نہ کہ دو۔ ہاں رافضی (۱) بارہ سو دو عدد کا ہے کہ ہیں ابن سبا رافضہ کے (۲) ہاں اور رافضی بارہ سو دو عدد ان کے ہیں ابلیس یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی ابن الوبیہ قمی طوسی حلی (۳) ہاں اور رافضی اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیئ بیشک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور شیعہ ہوگئے اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ شیطنیہ اسمٰعیلیہ کے اور اگر اپنی طرح سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہیئے تو یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ ونصیریہ واسماعیلیہ کے (۴) ہاں اور رافضی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے برا گھر اس کے عدد ۴۴۶ ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے (۵) نہیں اور رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم وہی اپنے رب کے ہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے اسکے عدد (۱۴۴۵) ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر عمر عثمن علی سعید کے (۶) نہیں اور رافضی بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور اس کے اعداد (۱۷۹۲) ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر عمر عثمن علی طلحہ زبیر سعد کے (۷) نہیں اور رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور آیہ کریمہ کے عدد تین ہزار سولہ اور یہی عدد ہیں صدیق فاروق ذوالنورین علی طلحہ زبیر سعد سعید ابوعبیدہ عبد الرحمٰن بن عوف کے۔ الحمد للہ آیہ کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمار طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلا تکلف اور تفنع کو دخل نہیں کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے یہ تمام آیات عذاب واسمائے شرار و آیات مدح واسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھکر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی، مگر بعونہٖ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے وللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر احمد رضا

اس فتوے کو نقل کرکے مولوی صاحب موصوف کتاب مذکور کے صفحہ ۴۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ یعنی رافضی کا تو ماشا اللہ دلیہ نہیں بلکہ قیمہ ہوگیا اب مجال دم زدن نہیں فقیر نے یہ کرامت اعلیحضرت عظیم البرکۃ مجدد مائۃ حاضرہ امام اہلسنت وجماعت بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات واعداد کی مطابقت زبان فیض والہام ترجمان سے فرمائی یہ رات کا وقت تھا قریب نصف گزرچکی تھی واللہ باللہ عدد اخیار و اشرار کے اسما بلاسوچے اور بے تامل کے فرمادے کہ فقیر سوا اس کے اور اندازہ نہیں کرسکتا کہ یہ اعلیحضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ، لقائے ربانی اور الہام سبحانی تھا اس سے بیشتر جبکہ اعلیحضرت نے کتاب کو سماعت فرماتے ہوئے متعدد جگہ فرقہ وہابیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کی مطابقت ملاحظہ فرمائی تو اسی وقت معًا بلاغور وتامل کے یوں فرمایا۔ **جناب نے فرمایا** کہ لکھو فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی آیات قرآنی (۱) اھلکنھم انھم کانوا مجرمین ۰ کے اعداد (۶۶۸) جو برابر ہیں اعداد رشید احمد گنگوہی کے (۲) لقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم کے اعداد (۴۱۲۶) ہیں جو برابر ہیں اشرفعلی صاحب تھانوی کے (۳) شیطانا مریدا لعنہ اللہ کے اعداد (۷۴۸) ہیں اور وہی عدد ہیں (حاجی قاسم صاحب نانوتوی کے) سبحٰن اللہ وبحمدہ کیا قدرت الٰہیہ کا تماشا اور تقدیر الٰہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کی حالت کی طرف ارشاد فرمادیا ہے جو بندگان رب العلیٰ اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف والہام سے بیان فرماسکتے ہیں اور عوام کو سمجھاسکتے ہیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۰

ہماری ڈاک

دعوتِ غور و فکر

ہماری ڈاک کے تحت جناب عبداللہ صاحب نندوباری کا ایک مکتوب شائع کیا جارہا ہے جو انجمن دینداران حیدرآباد کے متعلق ہے اور جس میں ہم سے انجمن کے عہدیداران کے عقائد کے متعلق معلوم کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سردست ہماری رائے محفوظ ہے جب تک ہمیں ذاتی طور پر یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ انجمن کیسی ہے اور اس کے مقاصد کیا ہیں ــــ البتہ جناب عبداللہ صاحب کا روانہ کردہ "انقلاب" بمبئی مورخہ یکم مئی ۶۳ء کا تراشہ ہمارے پیش نظر ہے اور خود جس کا حوالہ موصوف نے بھی اپنی تحریر میں دیا ہے۔ اور جس سے اس انجمن کے مقاصد کا ہلکا سا اندازہ ہو سکتا ہے مولوی عبدالقادر افسر مبلغ کے پیش کردہ پانچ اُصول امن ہی غالباً اس انجمن کا سب سے بڑا مقصد و نصب العین ہیں ــــ یہ پانچ اصولِ امن کیا ہیں یہ خود زیر نظر مکتوب سے واضح ہو جائے گا ــــ اور انھیں اصولوں سے اراکین انجمن کے خیالات بھی واضح ہو جاتے ہیں کہ وہ مذہب اور انسانیت کے نام پر کس طرح فریب دیکر گمراہی کا ایک نیا راستہ کھولنا چاہتے ہیں ــــ ہم اس سلسلے میں تمام سنی علماء اور سنی اہل قلم و فکر کو دعوت فکر دے رہے ہیں اور انکی نگارشات عالیہ کے منتظر ہیں۔

(ادارہ)

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب نوری کرن بریلی

بس از تحیۃ و سلام مسنونہ واضح ہو کہ آپ کا لفافہ حوالہ ۸۴۶/۲ مورخہ ۲۲ر اپریل معہ قرآن شریف کے متعلق میرے سوالات و نیز محترم مفتی صاحب کا فتویٰ موصول ہوا جو باعث تسکین و عین مسرت ہے۔ آپ کی کوشش و حرکت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ دراصل دینی معاملات سے آپ کو کافی دلچسپی ہے۔ خدائے لم یزل سے احقر ہیچمداں کی استدعا ہے کہ وہ اپنے فضل عمیمانہ و کرم کریمانہ کے بصدقہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اس ادارہ کو تا دیر قائم و دائم رکھے آمین ــــ غالباً آپ اس امر کو نہ بھولے ہوں گے کہ قبل ایک ڈیڑھ ماہ کے بذریعہ پوسٹ کارڈ "انجمن دینداران" حیدرآباد کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچانے کی درخواست کی گئی تھی جس کے متعلق جناب نے اپنے حوالہ کارڈ مورخہ ۱۰ر اپریل حوالہ ۶۵/۲ میں تحریر فرمایا تھا کہ "انجمن دینداران حیدرآباد کے متعلق ہمیں علم نہیں کونسی جماعت ہے" اور مزید برآں یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ معترض صاحب سے ان کے اس قول کے متعلق کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں قرآن پاک کی تفسیر نہیں کی گئی، انکی اصل تحریر لیکر آپ کی خدمت میں روانہ کی جانے پر ان کا پورا منہ بند کر دیں گے۔ اس معترض سے اتفاقیہ پہلی دفعہ ملاقی ہوا۔ بعدہ معلوم وہ کہاں چلے گئے۔ ملاقات کا دوبارہ موقع ہاتھ نہ آیا۔ اگر ملتے تو ضرور ان سے تحریری اعتراض حاصل کر کے جناب کی خدمت میں ارسال کرتا۔ حسن اتفاق سے آج کے روزنامہ "انقلاب" اخبار بمبئی مورخہ یکم مئی میں "زیر عنوان" بین الاقوامی مذہبی کانفرنس کی مختصر رپورٹ[1] "بمبئی بمقام قیصر باغ منجانب زیر تحت انجمن دینداران منعقدہ ایک اجلاس کی رپورٹ" شائع ہو چکی ہے جس کی کٹنگ بھی ارسال کی جا رہی ہے۔ بایں ارادہ و خیال کہ آپ کو اس امر کے جاننے میں ضرور ممد و معاون ثابت ہو کہ متذکرہ انجمن کی اصلیت کیا ہے نیز اس کے اراکین کن خیالات و اذہان کے حامل ہیں ان کے پس پردہ کون سے مقاصد کار فرما ہیں الغرض مرسلہ کٹنگ کے دورانِ مطالعہ آپ ضرور یہ بات پائیں گے کہ

---

[1] انقلاب بمبئی انجمن دینداران کی بین الاقوامی مذہبی کانفرنس کی مختصر رپورٹ میں یہ اصول بیان کئے گئے ہیں (۱) توحید باری تعالیٰ (۲) جملہ ہادیان اقوام انبیاء و رسول پر ایمان لایا جائے (۳) جملہ مذہبی کتب پر ایمان لایا جائے (۴) نسل انسانی میں مساوات قائم کی جائے اونچ نیچ ختم ہو (۵) سب کا ایک ہی طریقہ عبادت ہو جو مشترک ہو۔

[2] توحید باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور رسالت ہی نہیں بلکہ وملئکتہ وکتبہ والیوم الاخر پر بھی لیکن توحید کے بعد سب سے اہم ایمان بالرسالت محمدیہ ہے کہ بغیر اس کے توحید بیکار۔ اگر تمام دنیا کے انسان صرف توحید پر ایمان لائیں اور رسالت خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان کا دعویٰ توحید باطل و مردود ہے۔ یونہی توحید و رسالت کے بعد اگر فرائض دینیہ میں سے کسی فرض کا منکر ہے تو بھی اس مدعی توحید کا دعویٰ توحید ناقابل قبول اور اس کا یہ دعویٰ توحید بالکل ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ابلیس لعین کا کہ اس نے بھی انکار توحید نہ کیا تھا بلکہ سجدۂ حضرت آدم کا منکر ہوا تھا اسی لیے وہ الیٰ یوم الدین ملعون بنا دیا گیا۔

اجلاس متذکرہ میں، نام نہاد امن کے نام پر پانچ اصول پیش کئے گئے ہیں جو بقول پیش کنندہ مولوی عبدالقادر، اسلام کی روشنی میں پیش کئے جا رہے ہیں جو نمبر وار ایک تا پانچ منقول ہیں۔

مجوزہ اصول کے متعلق احقر کے دلی تاثرات

ہادیانؑ اقوام۔ انبیاء و رسولوں پر ایمان لایا جائے۔ انبیاء و رسول کے پہلے لفظ "ہادی" لایا گیا ہے تو ظاہر ہوا کہ "مرسلین" "ہادی" نہیں، اور یہ ا کہا جائے کہ رسول ہادی ہیں تو وجہ مطلوب کہ "ھادیانِ اقوام" کا جملہ کیوں لایا گیا۔ حالانکہ دوسرے جملہ میں انبیاء و رسول کا لفظ لایا گیا ہے۔ آیا لفظ رسول سے مراد منجانب اللہ ہادی نہ لیا جا سکتا؟ یا رسول محض منجانب اللہ بھیجے گئے، کے معنی پر حصر کیا جا سکتا؟ چنانچہ رب العلمین، کہا گیا ہے تو آیا یہ اس امر کا مجاز کہ پروردگار عالم "بجز روزی رسانی" کے اور کچھ نہیں کر سکتا عموماً ہر کوئی خصوصاً ہر مسلمان جواب میں سوا اس کے کیا کہہ سکتا ہے کہ پروردگار مختار کل ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔ علی ھذا القیاس رسول سے مراد باوجود اس امر کا یقین کرنے کے کہ وہ منجانب اللہ ہادی بھی ہیں تو اصول بالا میں ——— میں مستعملہ جملہ "ہادیان اقوام" مظہر اس بات کا ہے کہ گروہ انبیاء و مرسلین سے مستثنے کوئی گروہ ہے اراکین زیر بحث انجمن کے پیش نظر جو کہ ہادی کہلانے کا مستحق، لہذا عامۃ المسلمین کو یہ باور کرانا انھیں مقصود ہے کہ نیز ان ہادیوں پر بھی ایمان لانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح مرسلین کے بارے میں ایمان لے آنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے — اس ضمن میں یہ اظہار کیا جائے تو غیر ضروری نہ ہوگا، کہ احقر کے نظر سے مودودی کے چند کتابچہ گزرے تو کسی میں گوتم بدھ کو ہادی قوم ثابت کرنے کی جدوجہد کی گئی تو کسی میں سرور عالم کے لفظ کے مقابل ہندی ترجمہ "جگت گرو" انگریزی ترجمہ "لیڈر آف دی ورلڈ" لکھ کر یہ باور کرانے کی غالباً سعی کی گئی ہے کہ معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور گوتم بدھ "جگت گرو" اور لیڈر آف دی ورلڈ میں کوئی امتیاز نہیں پس یہی مودودیت کی بو زیر بحث انجمن کے مجوزہ اصول دوم میں پائی جاتی ہے۔

بہر حال وضاحت مطلوب ہے کہ آیا میرا یہ نظریہ صحیح ہے کہ ان کا مقصد اس امر کا شاہد ہے نعوذ باللہ من ذالک نیز افراد مذکورین کو زمرۂ مرسلین میں شمار کیا جائے

مے ہادیان اقوام کے ساتھ انبیاء و مرسلین کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ انبیاء و مرسلین پر تو ایمان لایا جائے لیکن ان کے ساتھ ہی ساتھ دوسری قوموں کے مذہبی رہنماؤں پر بھی ایمان لایا جائے۔ مثلاً کیا ایک مسلمان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ پارسیوں کے مذہبی رہنما زرتشت کو ہادی مان لے اور اگر اس کو ہادی مان لے تو پھر اس کے عقیدۂ ثنویت (اہرمن و یزداں) پر بھی ایمان لانا پڑے گا اور اسطرح منکر توحید ہو کر وہ مسلمان بھی رہیگا یا دوسرے مذاہب میں جو مزعومہ ہادی بتائے جاتے ہیں ان کو تسلیم کر لینے کے بعد کیا انکی زندگی اور ان کے طرز عمل کو اچھا نہ سمجھے گا اور ان سے جو افعال ناشائستہ منسوب کئے جاتے ہیں مستحسن نہ مانے جائیں گے وقس علی ہذا صرف عیسائیوں ہی کو لے لیجئے کہ عیسائیت میں تثلیث کا تخیل پیدا ہونے کے بعد اس عقیدۂ تثلیث کے جو مبلغ گزرے ہیں خواہ وہ بشپ ہوں یا آرچ بشپ عام پادری ہوں یا لارڈ پادری کیا وہ بھی ہادی دتسلیم کر لیے جائیں گے جبکہ عیسائی ان کو اپنا ہادی ہی تسلیم کرتے اور مانتے ہیں۔ پھر ان بشپوں اور آرچ بشپوں کی پس منظر زندگی کے جو حیا سوز شرم انگیز واقعات مورخین نے بیان کئے ہیں ان کا اخلاقی جواز نہ پیش کیا جا سکے گا اور کیا ان کی عملی زندگی کا وہ نمونہ جو انتہائی حیا سوز ہے اسکی تو تقلید سے کس کو عار ہو سکے گا۔ اور اگر کوئی باغیرت صدائے احتجاج بلند کرے گا بھی تو کیا اس کو یہ کہہ کر خاموش نہ کر دیا جائے گا کہ اگر یہ بیحیائی کی باتیں ہوتیں تو فلاں ہادی ایسا کیوں کرتا — پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ منجانب اللہ یہ ہادی بنکر مبعوث ہوئے ہیں۔ یہاں دکن قوم معاد کا فریب نہ چل سکے گا؟

۴ یہ انکھیں ہادیان کرام کے متعلق ہے جو انبیاء و مرسلین کی صورت میں مبعوث ہوئے ——— ہاں یہ دوسری صورت ہے کہ عوام کو فریب دینے کے لیے کفار کی من گھڑت ہستیوں کو بھی معاذ اللہ زمرۂ مرسلین میں شمار کر لیا جائے ——— اور شاید یہی مقاصد انجمن دینداران کا بھی ہے۔

اصول ۳ جملہ مذہبی کتب پر ایمان لایا جائے ۔ عہ۳ جس طرح ایک مسلمان کا عقیدہ قرآن پاک پر ہے بعینہٖ اس کا یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ سیدنا عیسیٰ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر جو کتب و صحائف سماوی نازل ہوئے وہ برحق اور منزل من اللہ ہیں مگر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ موجودہ توریت و انجیل جو بنی اسرائیل و نصاریٰ کے یہاں موجود ہے مسخ شدہ ہیں مزید برآں ان کے علاوہ دیگر ایسی اقوام بھی موجود ہیں جو بزعم خویش اپنی مذہبی کتب کے الہامی ہونے کی مدعی ہیں ۔ آیا مجوزہ اصول دوم کا جملہ اس بات کی واضح تشریح نہیں کہ فی زمانہ موجودہ ہر مذہب کی کتاب پر ایمان لایا جائے اسلئے کہ غالبًا موجودہ ہر مذہب کی کتاب اراکین انجمن کے عقیدہ میں برحق و منزل من اللہ ہے ۔

اصول ۴ عہ۴ نسل انسانی میں مساوات قائم کی جائے اونچ نیچ ختم ہو جہاں تک مساوات کا تعلق ہے مجال اعتراض نہیں بایں وجہ کہ تعلیم اسلامی کے مترادف ہے یعنی یہ کہ کسی کو حقیر نہ جانیں خواہ مفلس و محتاج ہی کیوں نہ ہو ۔ لیکن اس کا دوسرا جملہ قابل غور اس امر کے اعتراف میں انکار محال کہ امیری غریبی کا ساتھ چولی دامن کا سا ہے بغیر ایک کے دوسرے کو چارہ نہیں ۔ گو بظاہر جاہل کے نظر میں عدل و انصاف کے منافی معلوم ہوں لیکن حق شناس نظریں جو کارخانۂ قدرت کا کماحقہٗ بغور و فکر معائنہ کرنے کی عادی ہیں بیساختہ پکار اٹھیں گی ربنا ما خلقت ہذا باطلا الغرض یہ اونچ نیچ و اختلاف لیل و نہار کا مشاہدہ ذات خداوندی کے وجود کا پتہ دیتا ہے اور مظہر قدرت خداوندی ہے ۔ علاوہ ازیں ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمت خلاصہ کلام یہ کہ اونچ نیچ امیری غریبی موقوف بہ حکمت و مرضئ خداوندی پر ہے آیا یہ قدرت و حکمتِ خداوندی میں دخل اندازی نہیں ؟ آیا انسان کے بس میں ہے کہ دنیا کے ہر انسان کو امیر بنا دے یا غریب ۔ یہ ارادہ کہ دنیا سے اونچ نیچ ختم ہو تعلیمات اسلامی کے موافق ہے ۔

عہ۳ جملہ مذہبی کتب پر بھی ایمان لانے کا مقصد واضح نہ ہو سکا اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ سب آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں ان میں جو کچھ ارشاد ہوا سب پر ایمان ضروری ہے مگر یہ بات ضرور ہوئی کہ اگلی کتابوں کی حفاظت یا کلام الٰہی جیسا اترا تھا اگلی امتوں کے ہاتھوں ویسا باقی نہ رہا بلکہ ان شریروں نے تو یہ کیا کہ انہیں تحریفیں کر دیں یعنی اپنی خواہش کے مطابق گھٹا بڑھا دیا ۔ سوائے قرآن کریم کے کہ وہ جسطرح نازل ہوا تھا اب تک ویسا ہی موجود ہے اسمیں کسی لفظ کی کمی بیشی محال ہے اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے کیونکہ اسکی حفاظت اللہ عز و جل نے اپنے ذمے رکھی ہے ۔ تو ایک بھی مسلمان ایسا نہ ملے گا جو اس کا قائل نہ ہو یا جس کا عقیدہ نہ ہو ۔ اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ بلا استثنا غیر مذاہب والوں کی تمام کتابوں کو الہامی و آسمانی مان لیا جائے تو یہ مسلمان کے لیے تو امر محال ہے وہ ان مزعومہ کتابوں کو جن میں خرافات محض ہوں اور جن کی بنیاد میتھالوجی پر ہو آسمانی کتاب تسلیم نہیں کر سکتا ۔ وہ بہرحال انسانی دماغوں کا نتیجۂ فکر ہیں ۔۔۔۔ اس کے علاوہ وہ کون سا معیار ہے کہ جن کی بنا پر منزل من اللہ صحائف و کتب کے علاوہ دیگر کتابوں کو الہامی کتاب تسلیم کیا جائے اور کس طرح ان غیر مذاہب والوں کی کتابوں کو مذہبی کتاب سمجھ کر ایمان لایا جائے ۔

عہ۴ ہمارے خیال سے اگر اونچ نیچ سے مراد یہ ہے کہ جملہ مسلمان کل مومن اخوۃ کے مصداق برابر ہیں اور جسکی تائید آخری خطبہ حجۃ الوداع سے یہی ہوتی ہے جسمیں سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقوے کے تو اس لحاظ سے معاشرہ میں مسلمانوں میں قومی اونچ نیچ پیدا ہوگئی ہے اس کا مٹانا واقعی بہت ضروری ہے یعنی ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ذلیل نہ سمجھے ۔۔۔ لیکن انجمن دینداران کا یہ مقصد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ان کے الفاظ نسل انسانی میں مساوات " بتا رہے ہیں کہ وہ مسلم اور غیر مسلم سب میں مساوات چاہتے ہیں اور یہ بفرمان قرآن عظیم ہدایۃً باطل کہ لا یستوی اصحب النار و اصحب الجنۃ ۔ اور حتی یمیز الخبیث من الطیب ۔ تو پھر نسل انسانی کا ادعا فریب اور فریب محض کے سوا کچھ اور نہیں تو

بقیہ صفحہ ۴۶ پر

اصول نمبر ۵ سب کا ایک ہی طریقۂ عبادت ہو جو مشترکہ ہو

اس سلسلے میں محض یہ کہا جاسکتا ہے کہ ساری دنیا کے انسان تا وقتیکہ کسی ایک مذہب کے پیروکار نہ ہوں، ایک ہی طریقۂ عبادت پر عملدرآمد محال ہے۔ نہ معلوم آیا وہ اس بات کے متمنی ہیں کہ غیروں کو درس اسلام دیں یا یہ کہ غیر سے درس حاصل کرکے انھیں کی اتباع کریں۔ اس کی دو شقیں ہیں پہلی شق کہ سارے عالم میں اسلام پھیلادیں۔ دوم معاذ اللہ اسلام کو مٹادیں۔ ظہور شق اول محال اسلئے کہ یہ مشیت ایزدی پر منحصر ہے امکان کی صورت ہوتی تو کل دنیا کے بسنے والے آج مسلمان ہوتے حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ شق دوم کے متعلق بارگاہ رب العزۃ میں پناہ طلب کرنی ضروری ہے کہ اس ناپاک وخبیث ارادہ سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

جہاں عامی قسم کے لوگوں کی اکثریت ہوا کرتی ہے وہاں ہر اس واعظ یا مقرر کو علامۂ دہر تصور کیا جاتا ہے جو اسٹیج یا ممبر پر چڑھ کر ایک دو قرآنی آیت کے تلاوت کرنے کے بعد اس کا ترجمہ کرتا ہے۔ نام نہاد واعظین عوام کی لاعلمی سے فائدہ اٹھاکر اپنی حسب خواہش عوام کا رخ گمراہی کی طرف پھیرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ عوام ان کو عالم۔ کامل جانکر ان کی عزت واحترام کرتے ہیں۔ اسلئے گزارش ہے کہ نوری کرن کی کسی قریبی اشاعت میں متذکرہ انجمن دینداران اور ان کے مجوزہ پانچ اصول کے متعلق روشنی ڈالی جائے تاکہ عوام اس سے مستفیض ہوں۔

ـــ عبداللہ خریدار نمبر ۱۰۰۸ متوطن وانم باڑی نندوربار

صفحہ ۳۵ سے آگے

کیلئے ہے اور نہ عقلاً ایسی مساوات ممکن کہ اونچ نیچ کا امتیاز بہرحال باقی رہے گا

تجھ کو فطرت کے توازن کی خبر ہی نہ رہی ہو گیا جب سے مساوات کا تجھ کو سرسام

۵ "سب کا ایک ہی طریقۂ عبادت ہو"، یہ بھی امر ناممکن ہے اور محال عقلی ہے مسلمان ہے تو بفضلہ تعالے یوں کہ وہ صرف خدائے واحد کی پرستش وعبادت کرتا ہے نہ یہودیوں کے ہیکل میں یہودیوں کی طرح عبادت کرسکتا ہے اور نہ کلیسا اور صنم خانوں میں جاکر بتوں کے سامنے سربسجود ہوسکتا ہے ـــ مسلمان کے علاوہ دوسرے غیر مذہب والے بھی کس طرح اس پر آمادہ ہوسکتے ہیں کیا ایک عیسائی یا ایک ہندو کلیسا اور مندر کو چھوڑکر مسلمانوں کی طرح ادائیگی نماز پر آمادہ ہوسکیں گے۔ مسلمانوں کے طریقۂ عبادت کو اپنا سکیں گے یا پارسی آتشکدے اور آتش پرستی چھوڑ کر مسجدوں میں آسکیں گے۔ حاشا وکلا یہ باطل اور ناممکن ہے تو پھر یہیں بتایا جائے کہ جب بفضلہ تعالے مسلمان اپنا طریقۂ عبادت نہیں بدل سکتا اور نہ وہ کسی کی دوستی کی خاطر کبھی اس پر آمادہ ہوسکے ہوگا اور نہ کوئی ہندو یا پارسی یا عیسائی ہی اپنا طریقۂ عبادت بدل سکے گا تو پھر یہیں بتایا جائے کہ آخر سب کا ایک ہی طریقۂ عبادت کسطرح اور کیا ہوسکتا ہے۔ شاید یہ نوخیز انجمن اور اس کے انوکھے مبلغین کوئی اور طریقۂ عبادت وضع کرنے والے ہیں کہ جس طریقۂ عبادت کی بنا پر کفر واسلام کا امتیاز ہی اٹھ جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

اس ماہ کے خاص اور اہم واقعات

۲ صفر عرس شاہ حافظ جمال صاحب رامپور
۷ " عرس حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتان
۸ " عرس حضرت سید شاہ عبد الجلیل صاحب بلگرامی مارہروی
۹ " وفات حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۱ " وفات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۲ " وفات علامہ فضل حق صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ
۱۴ " وفات حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی
۲۰ " عرس حضرت داتا گنج بخش لاہوری
۲۴ " وفات حضرت ذوق مرحوم دہلوی
۲۵ " وفات و عرس اعلیحضرت امام اہلسنت بریلوی
۲۶ " وفات حضرت مجدد الف ثانی

دہکتے انگارے

از ملا قاتل ابن غازی ھندی

ابھی سوتے ہی رہو گے، کیا ظہر کی نماز نہیں پڑھنی ہے۔ بیگم صاحبہ نے آواز لگائی۔

میں نے کروٹ بدل کر کہا۔ کیا نام ہوا ہے۔ کمبخت کھٹملوں نے قسم کھالی ہے کہ محرم بھر ماتم کرنے میں جتنا خون بہانا ہے سب میرے ہی جسم سے چوس لیں گے۔ ابھی ابھی کچھ نیند آئی تھی۔ شاید پیٹ بھر گیا ہوگا۔

بیگم بولیں! آپ بھی تو موٹے پڑ گئے ہیں۔ ڈنڈا سنبھال کر ماتم کر دیا کریں۔ خیر جلدی اٹھیے آپ کے ملا خام سین براجمان ہیں، میں آنکھیں ملتا ہوا مردانے کمرے میں وارد ہوا۔ ملا خام سین صاحب کا منھ کالا دیکھ کر تو حیران رہ گیا۔ پہلے تو چیخ مار کر بھاگ جانے کا ارادہ کیا مگر غیرت نہ ہی ہوئی ورنہ بیگم صاحبہ کا بنایا ہوا سارا پلان ہی درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ خدا بھلا کرے حیرانی کا کہ اس نے لاج رکھ لی اور میں فوراً ہی اندر کو پلٹ گیا۔ چاہتا تھا کہ دریافت حال کروں کہ بیگم نے آنکھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کیا ملا قاتل آپ نے نماز پڑھ لی۔ میں نے کہا ابھی کہاں پڑھی ہے۔ وہ بولیں جلد پڑھ لیجیے کیونکہ آج محرم کی نویں تاریخ ہے۔ ہمیں آپ کو ماتمی عمل کرنا ہے۔

میں نے کہا۔ ہائیں۔ کوئی ماتم کرتا ہے، کوئی ماتمی لباس پہنتا ہے اور تم ماتمی عمل کرنا چاہتی ہو۔ یہ کیا ہوتا ہے یہ اصطلاح آج تک نہیں سنی۔

وہ بولیں۔ ارے کیا آپ کو یہ نہیں معلوم کہ میں شہر حرام پور، قصبہ لعنت نگر محلہ تبرائی کی رہنے والی ہوں۔ وہاں تبرائی فرقہ بہت کثرت سے پایا جاتا ہے اگر چہ میں جماعت شیطانی سے منسلک تھی۔ ان کے یہاں کے رسم و رواج سے الگ رہتی تھی مگر معلوم سب کچھ ہے اب جب سے آپ نے خام سین سے دوستی کی ہے اور ان کے ساتھ ملکر ان کے مذہب کا پرچار کرنے کا وعدہ کر لیا ہے تو میں بھی کیوں پیچھے رہوں۔ اسلئے میں نے اپنے یہاں کے طریقے اور رسم و رواج پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے ہمارے یہاں ماتمی لباس کے ساتھ منھ بھی سیاہ کیا جاتا ہے اسلئے خام سین صاحب کا میں نے منھ کالا کر دیا ہے۔ کپڑے تو پہنے ہی سے کالے تھے۔

یہ سنکر مجھے اپنی حیرت پر اور بھی حیرت ہونے لگی کہ یہ عورت ہے یا بارہ بور کا ریوالور۔ جب شادی سے پہلے ایک نظر دیکھا تھا تو میں مرصع غزل کا مطلع سمجھ بیٹھا تھا۔ مگر یہ تو ایک ایسی مکمل نظم ثابت ہوئی جو بیک وقت غزل بھی ہے اور ہزل بھی۔ قصیدہ بھی ہے اور ہجو بھی اور نہ معلوم کیا کیا ہے میں انھیں خیالوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا کہ بیگم صاحبہ کی مترنم آواز نے چونکا دیا۔ ارے آپ کیا سوچ رہے ہیں جلدی کیجیے۔ ہمیں ابھی ملا سرک ناپ کے یہاں چلنا ہے کیونکہ وہ اپنی ملائن سنگ اسود کو ہمراہ لیکر شہر کے تخت و تعزیہ دیکھ کر امام باڑے جانا ہے آج ماتم اکبر میں شرکت کرنا ہے۔ میں نے کہا بیگم آپ مجھے تو ان کانٹوں میں نہ گھسیٹیں تو بہتر ہے۔ جس طرح شہر حرام پور قصبہ لعنت نگر محلہ تبرائی میں ماتمی لباس کی طرح صورت بھی ماتمی بنائی جاتی ہے۔ یقیناً وہاں کا طریقۂ ماتم بھی اور ہی ہوگا اور وہ مجھے نہ بھایا تو.....

آپ جھوٹ تو سکتے ہیں، چلنا ضرور ہے کیونکہ میں بغیر محرم کے جا نہیں سکتی۔

میں سر سہلا کر کہتا ہوں۔ خیر سر تسلیم خم ہے مگر یہ تو بتا ہی دیں کہ آپ کا طریقۂ ماتم کیا ہے۔ کہیں میں شہید نہ ہو جاؤں اور پیدا ہونے والے بچوں کے سہرے کی بہار دیکھنے کی خواہش میں کفن دفن ہونے سے پہلے ہی اٹھ کر بیٹھ جاؤں۔

اگر چہ بیگم ہماری سراپا مغربی ہیں مگر مشرقی ہواؤں اور غذاؤں کا کچھ نہ کچھ اثر ہے۔ اسلیے بچوں کا ذکر سن کر رخساروں پر حیا کی سرخی نمودار ہو جاتی ہے اور قاتل مسکراہٹ کو چھپانے کے لیے ساڑی کا آنچل منھ پر ڈال کر فرماتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ طریقۂ ماتم اگر بتا دیا تو آپ یہیں شہید ہو جائیں گے۔

میں نے کہا:۔ اجی یہ میدانِ کارزار تو نہیں اپنا گھر ہے شہید ہوکر زندہ ہونے کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی

وہ بولیں:۔ طریقۂ ماتم قبل از بتانا درست نہیں یہ الگ بات ہے کہ آپ ماتم میں شرکت نہ کریں۔ صرف دیکھتے رہیں۔

میں یہ سنکر باہر نکل جاتا ہوں نماز ظہر پڑھکر مسجد سے باہر آیا کہ آم بیچنے والا روک لیتا ہے — حضور خاص ڈال کے آم لایا ہوں — میں بغلیں جھانکنے کے محاورے پر غور کرتا ہوں کیونکہ جیب خالی ہے — مگر بریلی شریف کی آب وہوا کے قربان — جب سے یہاں وارد ہوا دماغ بھی دو سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے دوڑ لگانے لگا ہے۔ فوراً خیال آتا ہے قدرت نے گھر بیٹھے تجوری بھیجدی ہے پھر کیوں نہ اسی پر دست شفقت پھیرا جائے۔ میں نے اس سے کہا۔ بھائی گھر پر آواز دو ایک سیٹھ صاحب آئے ہوئے ہیں میں خریدوں گا تو تم بھی خسارے میں رہوگے اور میں بھی — اگر سیٹھ صاحب پھنس گئے تو روپیہ سیر کے دام مل سکتے ہیں۔ کسی طرح سیٹھ صاحب کو باہر بلالو — بس پھر کیا تھا وہ بے چارہ دوڑا ہوا دروازے پر جاتا ہے اور آواز لگاتا ہے — ادھر بیگم صاحب بھی شاید اسی فکر میں تھیں کہ خام سین کو کسی نہ کسی طرح تعزیہ تو بنا ہی دیا اب تعزیہ داروں میں بھیجکر گشت کرائیں — کہ فجری آموں کی صدا سن کر فرماتی ہیں — فجری آموں کا شربت بہت لذیذ ہوتا ہے نہ معلوم ملاجی کتنے وقت کی نمازیں پڑھکر گھر میں گھسیں ذرا آپ آم دیکھ کر لے لیں — وہ بیچارے بھی بڑے سعادت مند صاحبزادے واقع ہوئے ہیں کہ سیدھے باہر چلے آئے — ہاں میاں حسن کا جادو کبھی ٹیڑھے سے ٹیڑھے گدھے کو سیدھا کر دیتا ہے۔

شاید آپ اس خیال میں ہوں کہ خام سین کے روئے سیاہ کو دیکھ کر آم فروش بھی چیخ کر بھاگ گیا ہوگا۔ یا محلہ کے بچے رو کر گھروں میں جا چھپے ہوں گے۔ آپ حیران نہ ہوں۔ یہ ملا قاتل کا گھر ہے — اور یہ ملا قاتل کا محلہ ہے۔ اس بستی کے بچے بوڑھے سب ہی جانتے ہیں کہ اس گھر میں روزانہ کوئی نہ کوئی جنڈول بنتا رہتا ہے۔ اور بستی والوں کو ہنسی خوشی رہنا بتایا گیا ہے۔ مگر یہ سبق بھی انھیں یاد ہے کہ صرف اپنی ہنسی نہ ہنسو بلکہ ساری بستی کو جمع کر کے سب کو اس خوشی میں شریک کرلو۔ پھر ہنسنے ہنسانے کا حقیقی لطف حاصل ہوتا ہے۔ پھر بھلا کس کی مجال تھی کہ کسی کا روئے سیاہ دیکھ کر قہقہہ مارتا۔ ہاں منہ پھیر کر مسکرا دیا تو کوئی جرم نہیں۔ آپ بھی مسکرا دیں تو انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس کچھ نہیں —

خام سین صاحب آم دیکھ کر فرماتے ہیں۔ بھائی سیر کی قیمت کیا لگائی — اس نے کہا سیٹھ صاحب! ملا جی ہوتے تو کبھی نہ پوچھتے۔ خیر میں آپ سے زیادہ نہ لوں گا۔ ایک روپیہ دو آنے سیر کے پیسے دیدیں۔ بہر حال ایک روپیہ سیر میں طے ہوگیا — مگر غضب یہ ہوا کہ خام سین صاحب ایک ایک کو اٹھا کر دیکھتے ہیں — ارے یہ آم کیسا ہے کوئی بھی ٹھیک نہیں، ان کے منہ کیوں کالے پڑ گئے ہیں —

آم فروش کہتا ہے حضرت کیا بتاؤں تبرا کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے۔ آپ خود ہی غور فرمائیں کہ غریب آم فروش صنفِ نازک حسین پھلجھڑی نہیں نہ ماڈرن ہوٹل کی خوش پوش ویٹریس — نہ ہسپتال کی سفید پوش نرس کہ اس کی بات ہنس کر ٹالدی جائے۔ بس تبرے کا نام سنکر غصہ کا پارہ ۹۰ ڈگری پر پہنچ گیا — ایک تھپیڑ آم فروش کے منہ پر پڑا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا حضرت لفظ تبرا اتنا ہی برا ہے کہ بولنے والے کے منہ پر تھپیڑ مارے جائیں —

میں یہی سوچتا رہتا ہوں کہ جب لفظ تبرا بولنے کی یہ سزا ہے تو۔ جو لوگ صحابۂ کرام پر تبرا کرتے ہیں ان کو خدا کے یہاں کیا سزا ملے گی — ان لفظوں نے گویا آگ پر تیل کا کام کیا — اور خام سین صاحب نے آموں کے ٹوکرے پر لات مار کر سارے آموں کو زمین بوس کر دیا۔

آم فروش بجائے خام سین صاحب کے آموں کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ ارے میں نہ کہتا تھا کہ تبرا مت کرو۔ تبرا کروگے تو منہ کالا ہو جائے گا اور ایسے ہی ٹھکرائے جاؤگے۔ جناب خام سین صاحب تو جیسے دیوانے ہوگئے۔ اور زبان پر جو آیا

کہنے لگے۔ انھیں گالیاں کہئے یا تبرّا ان کی اصطلاح میں دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔

اسی دوران میں تمام بستی والے اور راہ گیر جمع ہو گئے۔ خدا بھلا کرے وہ تو خیراتی حجام درمیان میں آگئے اور بڑی نرمی سے حال دریافت کیا۔ خام سین صاحب نے پوری رام کہانی سنادی ——

خیراتی حجام بولے یہ آم فروش بھی بڑا بے وقوف ہے مجھے تو ایک دن میں عقل آگئی۔ مگر یہ بدھو کا بدھو ہی رہا۔ میں نے ایک دن ایک رافضی کو رافضی کہدیا جناب کیا پوچھنا میں سب کی حجامت بناتا ہی ہوں انھوں نے الٹی میری حجامت بنادی۔ میرے پڑوس میں ایک صاحب واحد حتیم رہتے ہیں انھیں میری بیوی نے کانا کہدیا تو انھوں نے میرے خاندان بھر کو کانا بنا ڈالا مجھے اسی دن عقل آگئی کہ بیچارے کا کیا قصور یک چشم ایک ہی آنکھ سے تو دیکھتا ہے اسلیئے اسے سب کی ایک ہی نظر آتی ہے۔ خیر آپ آموں پر اعتراض فرمانے سے پہلے آئینہ میں اپنی صورت دیکھ لیتے تو شاید آموں کو برا نہ کہتے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی بغل میں سے آئینہ نکال کر خام سین صاحب کے سامنے کردیا جیسے ان کی نظر آئینہ پر پڑی اس میں کیا نظر آیا۔ نہ پوچھیئے —— اور ان کا کیا حال ہوا نہ پوچھیئے —— بستی والے سب ہی جمع تھے اب ان کے قہقہے پر ٹیکس کون لگا سکتا ہے۔

مگر اس قہقہے نے یقین جانیئے مجھے حواس باختہ یا فاختہ کردیا ——

کیونکہ خام سین صاحب کچھ بھی سہی مگر میرے مہمان تھے۔ بھلا کوئی میرے مہمان کا مذاق اڑائے میں کیسے گوارا کرلوں۔ پھر بھی بستی والوں سے انتقام اس لیئے نہیں لے سکتا کہ بھائی جب تبرّا جائز ہے تو صرف رافضیوں ہی کے لیئے تو جائز نہیں سب کے لیے جائز ہے رافضی خلفائے راشدین صحابہ و مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرا کرتے ہیں۔ یہ سنی ان رافضیوں پر تبرا کر رہے ہیں۔ جب میں خام سین صاحب سے انتقام لینے میں پیچھے ہوں تو ان سنیوں کو کیوں روکوں پھر سنی یوں بھی حق و انصاف پسند ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کو اپنا امام پیشوا، سید الاولیا ہی مانتے ہیں ان کے ساتھ رشتہ تعظیم و ادب و محبت کو اپنا ایمان جانتے اور مانتے ہیں سنیوں کے نزدیک کسی صحابی کو برا کہنا ان پر تبرا کرنا مومن ہونے کی سند نہیں۔ ہاں برا کہنے والوں کو برا کہنا۔ تبرا کرنے والوں پر تبرا کرنا جائز بلکہ قرآن کریم کی سنت ہے۔ کفار نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ابتر کہا ہے۔ قرآن نے کافروں کو ابتر کہا۔ سنی کہتے ہیں کہ کبھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خلفائے ثلثہ کو برا نہیں کہا۔ نہ ان پر تبرا کیا۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ماننے والے بھی کبھی خلفائے ثلثہ کو برا نہیں کہتے نہ ان پر تبرا کرتے ہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ الکریم کے حقیقی ماننے والے سنی ہیں یا رافضی اور انتقام کے مستحق یہ بیچارے سنی ہیں یا رافضی

(ملا زندہ تو پھر ملیں گے)

بقایا مضمون اعلحضرت دربار رسالت میں

اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کو حاضر پایا۔ مولوی احمد رضا خاں بھی حاضر تھے۔ حضور انور و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا، "احمد رضا وعظ کہو"۔ شامی صاحب نے فرمایا، بتاؤ اس شخص کے مرتبہ کا کوئی ٹھکانا ہے۔ اب بھی اس کو برا کہو گے۔ بیرسٹر صاحب کہنے لگے کہ اس دن سے میں نے ان کو برا کہنا چھوڑ دیا۔

یہ واقعہ خود خواجہ عبد الحمید صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ یہ بیرسٹر صاحب خود متصلب سنی بھی نہ تھے بلکہ علماء دیوبند کے بہت مداح تھے اگرچہ میلاد شریف کی مجلس سالانہ کراتے تھے۔ مگر قیام نہ ہوتا تھا۔ میں نے ان کی میلاد شریف کی مجلس میں شرکت کر کے قیام کو جاری کیا تھا۔

بقایا مضمون اعلیٰحضرت کی شخصیت مقدسہ

کھانے کے بعد کہا ہوتا اتنے میں وہ صاحبزادے پان لیکر آگئے اعلیٰحضرت نے دریافت فرمایا آپ کے والد کہاں ہیں اور کیا کام کرتے ہیں اندر پردے میں سے ان صاحبزادے کی والدہ نے کہا حضور میرے شوہر کا انتقال ہوگیا وہ کسی زمانے میں نوبت بجاتے تھے اس کے بعد توبہ کرلی تھی اب صرف یہ لڑکا ہے جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے اعلیٰحضرت نے دعائے خیر و برکت فرمائی اور کھانا شروع کردیا حاجی صاحب کا بیان ہے کہ میں خیال کر رہا تھا کہ یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی اور اس پر ماش کی دال کس طرح تناول فرمائینگے جبکہ غذا میں سوجی کے بسکٹ کا استعمال ہے لیکن اعلیٰحضرت نے میزبان کی دلداری اور خوشی کے لیے خوب سیر ہوکر کھایا حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک میں کھاتا رہا حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے وہاں سے واپسی پر حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز بلا تامل قبول کروں اس

ف۱ اس کے مقابلہ میں فسادیوں اور شرّیوں کے پیکے از صلحا رامت کا یہ واقعہ پڑھیے اور درس عبرت حاصل کیجئے ـــــ ر[illegible]

ایک شخص نے میری اور انکی دعوت کی اس کمبخت نے ماش کے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں۔ جب کھانے بیٹھے تو میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے کہا نہیں میں نے کہا تو یہ کھانے کے قابل نہیں اب کیا کھائیں ـــ کہیں سے روٹی لاؤ۔ کہا روٹی نہیں پکائی میں نے کہا ہم نہیں جانتے جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ بھوکے تھوڑا ہی جائیں گے اور کھائینگے روٹی۔ کہا کہ روٹی کہاں سے لاؤں میں نے کہا کہ گھر میں نہیں محلہ میں تو ہے مانگ کر لاؤ، گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے کہنے لگے اسکی دل شکنی ہوگی میں نے کہا ہماری جو شکم شکنی ہوگی۔ (افاضات الیومیہ ج ۱ صفحہ ۳۰ سطر ۹)

خط کشیدہ جملوں پر غور کیجئے اور خصوصیت کے ساتھ وہ اشرار فسادی معاندین غور کریں۔ کیا یہی وہ اخلاق حسنہ ہے جسکی تعلیم قرآن و حدیث نے دی ہے اور کیا یہی اخلاق نبوی کا وہ نمونہ ہے جس کا مظاہرہ ۴

قسم کے بکثرت واقعات ہیں کہ اعلیٰحضرت کی جب کسی نے دعوت کی اور کھانے میں بعض ایسی چیزیں پیش کیں جو طبی لحاظ سے خلاف مزاج و مُضر تھیں مگر اعلیٰحضرت نے بانبساط خاطر بڑی رغبت کے ساتھ ان کو تناول فرمایا ایک طرف تو غربا کی دلداری کا عالم ہے اور دوسری طرف امراد اہل دول سے جو بے نیازی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار نواب حامد علی خاں والی رامپور نینی تال جا رہے تھے جب اسپیشل بریلی پہنچا تو حضرت مہدی میاں صاحب قبلہ نے اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدار المہام کی معرفت بطور نذر اسٹیشن سے اعلیٰحضرت کی خدمت میں بھیجے اور والیٔ ریاست کی طرف سے مستدعی ہوئے کہ ان کو ملاقات کا موقع دیا جائے جب اعلیٰحضرت کو مدار المہام صاحب کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اندر ہی سے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدار المہام سے فرمایا کہ میاں کو میرا سلام عرض کیجئے گا اور یہ کہیے گا یہ الٹی نذر کیسی مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیئے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے واپس لے جائیے فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والیٔ ریاست کو بلا سکوں اور نہ ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔ یہ فرما کر مدار المہام صاحب کو واپس فرما دیا اور اب تک بے شمار دیکھنے والی آنکھیں شاہد ہیں کہ اکثر مسلم والیان ریاست نے اعلیٰحضرت کو بڑے خلوص عقیدت سے بلانا چاہا صدر الصدور و قاضی القضاۃ کے عہدے بھی پیش کئے لیکن جواب ہمیشہ نفی میں ملا کہ میں نے علم دین دین کی خدمت کیلئے حاصل کیا ہے نہ کہ دنیا کمانے کے لیے اور اس کا اظہار یوں فرمایا کہ

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں (ناتمام) ۴

ف۲ اس شکم پرست پیکے از صلحا رملت اشرار نے کیا ـــ حالی نے ایسوں ہی کیلئے طنزاً کہا ہے اور بجا کہا ہے کہ "یہ نمونہ ہیں خلقِ رسولِ امیں کے"

فاعتبروا یا اولی الابصار ـــ حدیث پاک میں تو یہ ارشاد ہوا ہے کہ ما عاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طعاماً قطُّ ـــ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی بھی کسی کھانے کو ناپسند نہ فرمایا ـــ لیکن فسادیوں کا یہ صلح امت اپنی شکم شکنی نہ ہونے کے لیے غریب میزبان کی دل شکنی کر رہا ہے اور فخراً یہ کہہ کر "ہماری جو شکم شکنی ہوگی" حالانکہ اس کے ہمراہی کو یہ احساس ہے کہ اسطرح میزبان کی دل شکنی ہوگی مگر ملا جی ہیں کہ پیٹ پر ہاتھ پھیر کر فرماتے ہیں کہ "تو ہے تو کیا غم ہے"

ف۳ [illegible]